١٢٦٨ع

ابوالکلام آزاد

قیمت مجلد

S JALAL SHAH BOOK BINDER
KASHMIRI BAZAR LAHORE.

۱۳۴۸

سیرۃ الکبریٰ رض

یعنی

حالات ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مؤلفہ

مولانا عاشق حسین صاحب سیماب صدیقی وارثی اکبرآبادی

(باخذ جملہ حقوق)

ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر رسالہ صوفی و زمیندار پنڈی بہاء الدین
وظیفہ خوار سرکار آصفیہ حیدرآباد دکن

نے

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام حافظ مظفر الدین چھپوائی۔

بار دوم تعداد جلد ۱۰۰۰ قیمت مجلد عمہ بلا جلد ۶ہ

حرم شریف مدینہ منورہ کا سطحی خاکہ

یہ نقشہ ایڈیٹر صاحب صوفی نے اپنے گذشتہ حج میں مدینہ منورہ سے ہمراہ لائے تھے یہ ایک ترک انجنیر نے موقع کی پیمایش کر کے پیمانہ سے بنایا ہے نہایت عمدہ متبرک اور عجیب چیز ہے مسجد نبوی میں جہاں جہاں ستون ہیں وہاں ایک چھوٹا سا دایرہ بنا دیا ہے حضرت سرور کائنات کے عہد مبارک میں مسجد کی جس قدر حد تھی اس کو سبز رنگ دیا گیا ہے حضرت عمرؓ و حضرت عثمان بن عفان اور خلفائے نے اپنے عہد میں جسقدر ایزادیاں کی ہیں سب علیحدہ علیحدہ رنگ سے دکھلائی گئی ہیں ریاض جنت کا ٹکڑا جس کے ستون کا رنگ موقع پر تمیز کے لئے زرد رنگ ہے نقشہ میں بھی ستونوں پر بھی رنگ دیا گیا ہے۔ باب الرحمۃ۔ باب السلام۔ باب النسا۔ باب جبریل۔ باب المجیدی وغیرہ سب عین مطابق موقع پیمانے سے بنائے گئے ہیں روضہ شریف جناب رسول مقبول صلعم اور حضرت ابابکر صدیق حضرت عمر خطاب کی اصلی جگہ موقعہ پر ظاہر کر دی گئی ہے ستون المحزن) اور کتب کے کمرے بستان فاطمۃ الزہرؓا بیر فاطمہؓ اور دیگر ضروری مقامات بھی دکھائے گئے ہیں منبر محراب النبی صلعم محراب عثمان رضؓ جائے تکبیر سب دکھائے گئے ہیں۔ یہ نقشہ پانچ رنگوں میں تیار کرایا گیا ہے سہ رول کپڑا روغنی نقشہ کی قیمت صرف عہ ہے جو ان خوبیوں سے مقابلہ میں کچھ بھی قیمت نہیں ؛

حرم شریف مکہ معظمہ کا سطحی خاکہ

عرصہ دو سال سے اس نقشہ کا کارخانہ سے اشتہار شایع ہو رہا ہے مگر نقشہ اب تک تیار نہ ہو سکا تین چار دفعہ نقشہ نویسوں کے نقشے ناپسند کئے گئے ہیں بعض دفعہ وہ پیمانہ سے مطابق موقعہ نہ تیار کئے جاسکے اسلئے ردی کر دیئے گئے۔ اب باوجود رنگوں کی قحط اور مصالحہ نہ ملنے کے یہ نقشہ بڑی محنت سے تیار کر کے چھپوایا گیا ہے جس میں بیت اللہ شریف کا ارتفاعی نقشہ حجر اسود کا عکس۔ حجر اسود کے پہلو کا نظارہ خانہ کعبہ۔ اس کے تمام دروازے۔ مینارے۔ قبۃ الفراشین رکن شامی۔ رکن عراقی۔ ربان منان۔ حتان۔ قلزم۔ مقام ابراہیم۔ چاروں مصلے۔ چاہ زمزم۔ مقام جبریل۔ میزاب رحمت حطیم مطاف غرض تمام ضروری مقامات حرم بیت اللہ شریف کے بڑی وضاحت سے مطابق موقعہ پیمانہ سے پیمایش کر کے دکھائے گئے ہیں۔ دنیا میں خانہ کعبہ کے متعلق ایسا نقشہ آجتک کسی نے نہیں چھاپا۔ رنگین روغنی سہ پارچہ دو رول

قیمت فی عدد ایک روپیہ (عہ/ ر)

ملنے کا پتہ

مینیجر کارخانہ صوفی آب حیات پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات

نذر

یہ کتاب نہایت ادب کیساتھ اعلیٰ حضرت
ہز اگزالٹیڈ ہائی نس آصف جاہ مظفر الممالک
نظام الملک نظام الدولہ لفٹنٹ جنرل نواب
میر سر عثمان علی صاحب خان بہادر فتح جنگ
جی ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی ۔ والئے سلطنت دکن خلد اللہ
ملکہ و سلطنتہ کے نام نامی پر معنون کیجاتی ہے

گر قبول افتد زہے عز و شرف

نذر گذار محمد الدین ایڈیٹر صوفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

دیباچہ طبع ثانی . . . . ۵ صفحہ

عرض حال . . . . ۶ لغایت ۹

موجودہ زمانہ کے لوگوں کے مشاغل۔ حضرت خدیجہؓ کے سوانح زندگی مسلمانوں کو مسلمان بزرگوں کی تقلید کرنی ضروری ہے۔ یورپین مصنفوں کا تعصب۔ اُمّ المومنین کی زندگی سے سبق۔

خدیجۃ الکبریٰؓ (نظم) ۱۰ لغایت ۱۱

حضرت سرورِ کائنات صلعم کے عقد میں آنے سے پہلے کا زمانہ . . . . ۱۲ لغایت ۲۸

نام اور نسب۔ ولادت۔ بنی شرافت۔ ذاتی وجاہت۔ آپ کی پہلی شادی طاہرہ کا خطاب۔ دوسری شادی ایام بیوگی کے حالات۔ تجارتی کاروبار خدیجہؓ کے اختیار میں۔ تجارت میں کامیابی۔ اس کی رسائی طاہرہ تک آپ خدیجہؓ کا مال لے کر جاتے تھے۔ جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا سفر شام و مصر مکہ معظمہ کی واپسی۔

میور کا اعتراض اور اس کا جواب۔ حضرت خدیجہ کی جان نثاری حضرت خدیجہؓ اپنے سارے مال و زر پر حضرت کو مختار کر دیتی ہیں۔

نزولِ وحی .... ۵۴ لغایت ۵۴
نزولِ وحی .... ۵۴ لغایت ۵۴

اسلام نے عورتوں کی پوزیشن کو کتنا بڑھا دیا۔ حضرت بی خدیجہؓ کی دلسوزی ورقہ بن نوفل اور عداس راہب سے حضور نبویؐ کی ملاقات اور اہمی بشارت۔ ابتدائے دعوت۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سب سے پہلے مسلمان ہوئیں ۶۸ لغایت ۶۸

سب سے پہلے کون مسلمان ہوا۔ اصلاح گھر سے شروع ہوتی ہے۔ کیا بی خدیجہؓ محبت کی وجہ سے پہلے ایمان لائیں۔ مشکلات تبلیغ میں حضرت خدیجہؓ کی اعانت۔ لوگ جوق جوق حلقۂ اسلام داخل ہوتے ہیں۔ وسعت دائرہ اسلام سے حضرت خدیجہؓ کو مسرت ہوئی۔ حضور صلعم کی تبلیغ اسلام میں مخالفت اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی امداد۔ حضرت عمرؓ ایمان لاتے ہیں۔ وفات ابوطالب۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات .... ۸۰ لغایت ۸۶

مرض الموت۔ وفات۔ آپ کی وفات پر حضرت رسول کریم کا رنج۔ وفات کے بعد اسلام کی حالت۔ عورتوں اور مردوں کا تعلقات میں کن وجوہات سے خرابیاں ہو جاتی ہیں۔ تعویذ گنڈوں سے زیادہ اطاعت سے شوہر کو رام بنا سکتی ہیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے فضائل .... ۸۶ لغایت ۸۸

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت۔ حضرتؐ آپکی وفات کے بعد آپ کی

سے روایت۔حضرت عائشہ صدیقہ کا رشک۔

اولاد امجاد .... ۹۰ لغایت ۹۶

صاحب اولاد ہونے کی وجہ سے آپ نہایت خوش نصیب تھیں ماں کا اثر بچوں کے اخلاق پر ضرور ہوتا ہے۔حضرت فاطمۃ الزہرا اکثر اوصاف میں اپنی ماں کی یادگار تھیں۔حضرت خدیجۃ الکبریٰ اولاد سے بہت محبت کرتی تھیں۔اُم المومنین کی اولاد پروری۔اولاد کی تفصیل۔

خاتمہ .... ۹۷ لغایت ۱۰۰

کسی بزرگ کی سوانح عمری کیوں پڑھنی چاہیئے۔خاندان رسالت کے بورگوں کے حالات چراغ ہدایت کا کام دیتے ہیں۔حضور انورؐ کا عورتوں کے بارے میں ارشاد کہ وہ شیشے کے برتن ہیں خبردار اُن کو ٹھیس نہ لگنے پائے۔ آپ کی لائف سے سبق ٭

مزار حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا واقع مکہ معظمہ

دیباچہ طبع ثانی

یہ سیرۃ الکبریٰؓ کا دوسرا ایڈیشن ہے جو اسوقت آپکی نگاہوں کے سامنے ہے ترتیب و تالیف کے بعد ہی بقدر جلد اس کی ہزاروں جلدوں کا نکل جانا کتاب کی مقبولیت کا پورا ثبوت ہے۔ اس مقبولیت کو خلوصِ تالیف و اشاعت کا صلہ سمجھئے، کہ میں نے اصلاح عوام کیلئے اِسے جی لگا کر لکھا اور میرے نہایت کرم فرما جناب ملک محمد الدین صاحب نے زر کثیر صرف کر کے اسے پبلک کے ہاتھوں تک پہنچایا۔ مجھے وثوق کے ساتھ معلوم ہُوا ہے کہ اِس کتاب کے ترجمے گجراتی وغیرہ زبانوں میں بھی کئے گئے ہیں اور بعض اسلامی "گرل اسکولس" میں یہ کتاب داخل نصاب بھی کر لی گئی ہے۔ ملک نے اسے قدردانی کی نگاہوں سے دیکھا ہے اور پبلک نے نہایت گرمجوشی سے اِس کتاب کا خیر مقدم کیا ہے،

مجھے اپنی طرزِ تحریر پر ناز نہیں، اور نہ وہ کچھ ایسی قابلِ ناز ہے مگر اس بات پر بجا مسرت ہے کہ میری لکھی ہوئی کتابوں کی زبان سمجھنے میں جسطرح مردوں کو گنجلک نہیں ہوتی اُسی طرح لڑکیوں اور عورتوں کو بھی کوئی دقت نہیں ہوتی۔ میں ایسی کتابوں میں دقیق الفاظ اور مشکل ترکیبوں سے ارادتاً بچنے کی کوشش کیا کرتا ہوں اور یہ کوشش مجھے اپنے مقاصد میں کامیاب بنا دیتی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

پہلے ایڈیشن میں جو بجا غلطیاں رہ گئی تھیں وہ اِس ایڈیشن میں دُرست کر دیگئی ہیں۔ اور اُن کا الزام کاتب صاحب کے سر ہے جنہوں نے "رسول" کی جگہ "اصول" اور "خدا" کی جگہ "جدا" بنا کر "واقعہ" کو جا بجا "واقع"، اور "مستعد" کو "مستور" لکھ کر عبارت میں کچھ غیر ضروری ثقالت اور اُلجھاؤ پیدا کر دیئے۔ مگر امید ہے کہ یہ دوسرا ایڈیشن اِس قسم کی تمام غلطیوں سے مُبرّا ہو کر آپ تک پہونچے گا۔

اِس ایڈیشن میں جابجا نظمیں، اور نئے اشعار بڑھا کر کتاب کو زیادہ دلچسپ بنانے کی کوشش کیگئی ہے اور واقعات میں بھی کئی عربی مصری کتابوں کے استنباط سے ضروری مگر مختصر اضافہ کیا گیا ہے۔

کتاب کے مقبول ہونے کی اطلاعیں تو اکثر آتی رہیں، لیکن یہ معلوم نہ ہُوا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے کتنے شوہر اپنی بیویوں کیلئے خوشگوار اور کتنی بیبیاں اپنے شوہروں کے لئے "رحمت" بن گئیں۔ جو اس کتاب کی اشاعت کا مقصد اوّلی ہے۔

خیر ہمیں معلوم ہو یا نہ ہو لیکن ہم خدا سے بھی دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے مُلکی بھائی بہنوں کو اُم المومنینؓ اور ختم المرسلینؐ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے، اور اس کتاب کو اپنے پہلے سے بھی زیادہ مقبول بنائے۔ آمین،،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا

عرضِ حال

تمہیں کچھ یاد ہے اے زمزمہ سنجانِ بُستانی
کبھی اس باغ میں اک بُلبلِ شیریں نوا بھی تھی

زمانہ کا انقلاب ایسی ایسی مقدس تصویریں اپنے دامن میں چھپائے ہوئے ہے جن کا ایک معمولی سا خیال بھی جب دل میں آتا ہے۔ تو روح بے چین ہو جاتی ہے۔ ہم صرف اپنے گرد و پیش کی حالتوں پر نظر رکھنے کے عادی ہو گئے ہیں اور ہماری نگاہ تاریخ کے اُن صفحاتِ کہن پر بہت کم پڑتی ہے جن میں ہمارے لئے اسباق عبرت و نصیحت موجود ہیں۔ ہم بحیثیت مرد ہونے کے ناول اور فرضی قصے کہانیوں کے مطالعہ کو حاصلِ نظر سمجھے ہوئے ہیں اور ہماری عورتیں معمولی معمولی فرضی داستانوں کو ترقی علم و فہم کا ذریعہ سمجھتی ہیں۔ لیکن خدا اتنی توفیق نہیں دیتا کہ اپنے اسلاف کرام کے سوانح زندگی پر نظر غور ڈالیں اور دیکھیں کہ زمانۂ بعید میں اخلاق و اخلاص کی کیا شان تھی اور مسلمان اپنی زندگی کس طرح بسر کرتے تھے ؏

جو سوانحعمری اسوقت آپ کی نظر کے سامنے ہے وہ ایک ایسی جلیل القدر

دنیا کی عورتوں پر سبقت لے جا چکی ہے۔ جسے سب سے پہلے پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی بننے کا فخر حاصل ہوا ہے اور جن کے معاشرتی کارنامے دیکھنے اور عمل کرنے کے قابل ہیں +

جب میں کسی عورت کو موجودہ رنگِ زمانہ سے رنگا ہوا اور مغربی تقلید سے گھرا ہوا پاتا ہوں تو مجھے اس نئی روشنی کی نئی تعلیم پر بے حد غصہ آتا ہے! اور میں سوچتا ہوں کہ مسلمان بیبیاں اپنی معاشرت کو اُسی اصول پر مبنی کیوں نہیں رکھتیں جس اصول پر اُنکے پیغمبر بانیٔ اسلام نے اپنی زندگی بھر رکھا۔ کیا ضرورت ہے کہ ہم تہذیب معاشرت کیلئے یورپ کی کسی معزز و مشہور خاتون کی تقلید کریں اور اس تعلیم سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش میں اپنا روپیہ اور وقت ضائع کریں۔ جب ہم مسلمان ہیں تو ہمیں ہمیشہ مسلمانوں ہی کی تقلید بھی کرنی چاہیئے +

یہ مقولہ کہ "الناس علیٰ دین ملوکہم" جس زبان میں تھا اُسی زمانہ کیلئے مختص تھا جبکہ یہ زبان سب باتوں کی سرتاج بنی اور اُسی مُلک و مملکت کیلئے صحیح ثابت ہُوا تھا جسمیں اس مقولہ کی زبان نے پرورش پائی تھی۔ یہاں ہندوستان میں رہ کر اس کا مصداق بنجانا اور خواہ مخواہ اُن لوگوں کی تقلید کرنا جو مذہب اسلام سے نہ صرف معاشرت میں بلکہ تمدن کے ہر شعبے میں بالکل جُداگانہ اور مختلف العمل ہیں، نِری حماقت ہے +

یہ سیرت جسے میں لکھ رہا ہوں شاید اب سے پہلے بھی دو چار مرتبہ مختلف مورخین کے قلم سے لکھی جا چکی ہے لیکن اُنکے واقعات وحالات کا ایجاز و اختصار معلومات کو کچھ ایسی تاریکی میں ڈال دیتا ہے کہ کوئی بات اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتی +

بھلا اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے حالات اور اُسکے لئے صرف ۱۲ صفحے دریا کوزے میں بند ہوسکتا ہے، ہاں سمندر ایک آبخورے میں سماسکتا ہے لیکن اس خاتون

اِس اختصار کی وجہ یہ ہے کہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے معاملات متعلقہ سے دانستہ قلم کشی کی گئی ہے۔ اور جہاں کہیں آپکے واقعات کا لگاؤ دیکھا ہے وہاں سوانح کو مختصر کر دیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اُم المومنین کے واقعات جو روشنی میں لانیکے قابل ہیں وہ اُتنے ہی ہیں جن کا تعلق جناب رسول کریم صلعم کی زندگی سے رہا ہے۔ اور اُسوقت تک بالوضاحت سمجھ میں نہیں آسکتے جب تک کہ دونوں کو ہمدوش نہ کر دیا جائے۔ الحمد للہ کہ میں نے اس سیرت میں اِس کا کافی التزام رکھا ہے ؛

یورپین مؤرخوں نے اپنے تعصب ناک طرز سوانح نگاری میں یہ امتیاز ہمیشہ رکھا ہے کہ وہ جب کبھی کسی مسلمان ہادیٔ دین کے سوانح لکھنے بیٹھے ہیں یا اُن کی معاشرتی زندگی کو روشنی میں لانے کی کوشش کی ہے تو کچھ الزامات اپنی کج فہمی سے ضرور لگا گئے ہیں۔ اِن مؤرخین میں ولیم میور کا نام بہت زیادہ مشہور ہے۔ چنانچہ ازواج مطہرات کے حالات جب اِنکی قلم سے نکلے ہیں تو اُنہیں بھی ان کی بھدی اور عیب وار طبیعت نے بے داغ نہیں چھوڑا ہے۔ جہاں اُنہیں کوئی عیب نظر نہیں آیا ہے وہاں بھی یہ عیب ضرور لگا دیا گیا ہے کہ وہ کسی عیب کا نہ ہونا بھی ایک عیب ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے حالات لکھتے وقت بھی وہ اپنی اِس عادت مستمرہ سے نہیں چوکے ہیں لیکن اس کتاب میں ہم نے کوشش کی ہے کہ اُن کے لغو الزامات کا جواب مدلل دیا جائے تاکہ غیر قوموں میں جو بدظنی کا طوفان پھیلا ہُوا ہے وہ خاموش ہو کر فنا ہو جائے اور لوگ اُم المومنین کی صداقت و خلوص کے ساتھ ساتھ جناب رسول مقبولؐ کے معاملات کو بھی الزامات سے مبرا اور اتہامات سے منزہ محسوس کر سکیں ؛

اِس سیرت میں جن واقعات کا تعلق جناب رسول کریمؐ سے ہے وہ واقعات [illegible]

(۱) اپنی عمر سے زیادہ بڑی عورت کے ساتھ شادی کرنا +

(۲) بیوہ عورت سے شادی کرنا +

(۳) بیوی سے محبت و اُنس رکھنا +

(۴) بیوی پر اعتبار کرنا +

علیٰ ہذا القیاس اُم المومنین جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واقعات زندگی ہماری عورتوں کے لئے مندرجۂ ذیل تعلیم دیتے ہیں :-

(۱) اسلام کی سچی محبت +

(۲) مشکلات میں شوہر کی مدد کرنا +

(۳) شوہر کی دلجوئی مؤثر الفاظ میں +

(۴) شوہر پر زر و مال قربان کرنا +

(۵) شوہر کا دل قابو میں رکھنا +

(۶) دولتمندی و تنعم کو اسلام پر ترجیح دینا +

ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہماری قوم کے مرد اور عورتیں اِن حالات سے عبرت و نصیحت حاصل کرینگے اور وقتی اصول معاشرت ترک کر کے اُن اصولوں کی تقلید کے لئے تیار ہو جائیں گے جن کی جھلک اُنہیں اس سیرت میں نظر آئے گی۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدےٰ +

آگرہ

سیماب

...ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ

(صدیقی الوارثی القادری اکبرآبادی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدیجۃ الکبریٰ رضؓ

یاد ایامے! عرب پر تھی بلا آئی ہوئی
عالمِ نسواں پہ تھی کالی گھٹا چھائی ہوئی
تھیں برہنہ اہلِ مکہ کی جبیں آرائیاں
جلوۂ عریاں سے تھی ہر آنکھ شرمائی ہوئی
تھا گھرا ابرِ جہالت ہر طرف تاریک تر
برق روشن بھی چمکتی تھی تو گھبرائی ہوئی
خجلتِ عصیاں سے آلودہ تھا دامانِ حجاز
تھیں عرب کی عورتیں درسِ گنہ پائی ہوئی

عورتوں کے حسن کا انداز بے باکانہ تھا
بت پرستی کیلئے گھر گھر میں اک بت خانہ تھا

عورتیں جاتی تھیں جب لات و ہبل کے سامنے
مرد آجاتے تھے پردہ سے نکل کے سامنے
محفلوں میں عورتوں کو تھیں بڑی آزادیاں
بیٹھتی تھیں غازۂ خوشرنگ مل کے سامنے
دیکھ کر راتوں کو مستورات کی سرگرمیاں
شمع ہو جاتی تھی خود پانی پگھل کے سامنے
ڈال رکھا تھا پسِ پردہ حیا و شرم کو
یعنی ہوتے ہی نہ تھے حسنِ عمل کے سامنے

روز اک بدعت نئی روز ایک افسانہ نیا
روز بن جاتا تھا ہر گھر میں صنم خانہ نیا

عورتوں کے واسطے زینت کا ہر سامان تھا
مال و دولت کی ہوس تھی عیش کا ارمان تھا
[illegible]

قلب کالا گرچہ ان کے چہرے تھے صبیح آئینہ بھی اُن کی صورت دیکھ کر حیران تھا

شرم چلاتی تھی کوئی بے حجاب اِتنا تو ہو
مستیاں کہتی تھیں بدستِ شباب اِتنا تو ہو

یک بیک تاریکیوں میں اک اُجالا سا ہُوا آفتابِ قدس نِکلا نور برساتا ہُوا
تیز کرنیں اُسکی طائف کے پہاڑوں پر پڑیں ظلمتیں سب مٹ گئیں روشن عرب سارا ہُوا
سر کے بل لات و جبل صحن حرم میں گر پڑے تبکدوں کی گونج "الا اللہ" کا نعرہ ہُوا
آئی ہر ناقوس سے "اللہ اکبر" کی صدا بُت بڑی حسرت سے چلائے "ارے یہ کیا ہوا؟"

مہر تہذیب و تمدن کا اُجالا ہو گیا
ہر طرف دینِ نبیؐ کا بول بالا ہو گیا

سینکڑوں کرنیں تھیں اِس مہر جہاں افروز کی جو بجائے خود ہر اک خورشید عالمتاب تھی
عورتوں میں سب سے پہلے یہ کرن یہ روشنی بی خدیجہؓ کے دلِ صد حسرت آگیں پر پڑی
چشم لرزا، کھل گئی چشمِ حقیقت ایک بار اُلفتِ اسلام نے کی پہلوؤں میں گدگدی
شارعِ اسلام کے دامن پہ ڈالا دستِ شوق کہہ کے "آمنا" زبان ساکت ہوئی گردن جھکی

کس طرح حسنِ قدم جھلکے نہ اِن کی ذات میں
سابق الایماں ہیں یہ خاتون مستورات میں

احمدؐ مختار کو عزت کا مالک کر دیا مال و زر کا زیور و دولت کا مالک کر دیا
دیدیا دل پر اُنہیں ہر اک طرح کا اختیار اپنے ہر ارمان ہر حسرت کا مالک کر دیا
آرزو میں جسکی تھے اکثر امیرانِ عرب اُس نے اک مسکین کو عصمت کا مالک کر دیا
آپ پر موقوف کر کے اپنا ہر غم ہر خوشی آپ کو ہر درد ہر راحت کا مالک کر دیا

ایسے خوش قسمت نظر آئے ہیں کم انساں بھی

اللہ اکبر

سیدۃ الکبریٰ رض

نام اور نسب

آپ کا نام خدیجہ رض تھا۔ خویلد کی بیٹی تھیں۔ اور ماں فاطمہ رض بن زائدہ تھیں لقب آپ کا طاہرہ رض تھا۔ آپ کے والد ماجد قریشی النسل تھے۔ اور ماں بھی خاندانِ قریش کی ایک معزز خاتون تھیں۔ آپ رض کا شجرۂ نسب باپ کی طرف سے یہ ہے خدیجہ رض بنت خویلد بن اسد بن عبد العزےٰ بن قصی۔ اور قصی جناب رسول کریم صلعم کے جدّ امجد تھے ؎

ماں کی طرف سے آپ رض کا شجرۂ نسب یوں ہے۔ خدیجہ رض بنت فاطمہ رض بنت زائدہ بن الاصعم بن ہرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر لوئی اِس سلسلہ سے بھی آپ رض جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شجرہ سے ملتی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ آپ رض نجیب الطرفین ہونے کے علاوہ اُسی خاندانِ محترم سے ہیں جس سے جناب رسول کریم صلعم کو نسباً تعلق تھا ؎

آپ ۵۵۵ء اور ۵۷ کسروی میں پیدا ہوئیں۔ گو آپ رض کی پیدائش عرب کے زمانۂ جاہلیت میں ہوئی لیکن ابتدائے پیدائش سے آپ رض نیک نہاد اور شریف الخصال رہیں۔ آپ رض کا نسبی سلسلہ شجرۂ جناب رسول کریم صلعم سے ملانے کیلئے

رسول کریم صلعم کے ساتھ ناظرین پر اچھی طرح واضح ہو جائے گا:-

عدنان
|
معد
|
الیاس
|
مدرکہ
|
نضر
|
مالک ——— فہر
|
عامر ——— لوئی ——— غالب
|
کعب
|
مرہ
|
کلاب
|
قصی ——— عبدالعزیٰ
|
عبدمناف
|
ہاشم
|
عبدالمطلب
|
عبداللہ
|
محمد صلعم الرسول اللہ

عبدالعزیٰ	قصی	عامر
اسد	عبدمناف	معیص
خویلد	ہاشم	عبد
خدیجہؓ	عبدالمطلب	حجر
	عبداللہ	رواحہ
	محمد صلعم الرسول اللہ	ہرم
		اصم
		زائدہ
		فاطمہؓ
		خدیجہؓ

آپؓ کی نسبی شرافت، کا حال تو آپ کو معلوم ہو گیا۔ اب ذاتی وجاہت
امارت، کا ذکر سنئے آپؓ کے والد خویلد عرب کے مشہور ملک التجار تھے۔ اور
اسی تجارت کی وجہ سے قبائل بنی تمیم اور بنی کعب میں جو عرب کے معزز ترین

خوبی اور عروج یافتہ دولتمندی نے ان کو اہل قریش میں معزز و ممتاز بنا رکھا تھا اور سب سے بڑی وجہ انکی ہر دلعزیزی کی یہ تھی کہ دیانت اور سچائی ایمانداری اور خوش معاملگی میں خویلد امتیازی درجہ رکھتے تھے اور کوئی ایسا نہ تھا جو ان سے خوش نہ ہو۔

بی خدیجہؓ کی پہلی شادی

جب بی خدیجہؓ سن شعور کو پہونچیں تو آپکیؓ پہلی شادی ابا ہالہ نباش ابن زرارہ تمیمی سے ہوئی۔ یہ شادی ایام جاہلیت کی اُنہیں رسوم و قوانین سے وابستہ تھی جن کی آگے چل کر اسلام نے بیخ کنی کی۔ جس طرح خویلد تمول و تنعم میں ممتاز تھے اسی طرح نباش بھی امارت و ریاست میں بہت زیادہ مشہور تھا۔ اور اکثر لوگ اسے ابو ہالہ کے نام سے پکارتے تھے۔

نباش سے حضرت خدیجہؓ کے دو لڑکے ہوئے ایک کا نام ہالہ تھا اور دوسرے کا ہند۔ ہالہ تو زمانہ جاہلیت ہی میں مر گیا مگر ہند نے زمانۂ نبوت پایا۔ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم میں داخل ہُوا جنگ یوم الجمل میں یہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے ساتھ داد شجاعت دی۔ سینکڑوں مخالفین کو قتل کیا اور آخر کار اسی معرکہ میں شہید ہُوا۔

جناب امام حسن علیہ السلام نے جو اکثر روائتیں ہند سے حدیث کی ہیں وہ یہی ہند تھے۔ اب جناب خدیجہؓ کی صداقت و پاکیزگی عرب میں اپنا سکہ جما چکی تھی۔ آپ کی فراست و ذکاوت سے لوگ واقف ہو گئے تھے اس لئے عام طور پر آپؓ طاہرہ کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔ تہذیب و تمدن کے زمانہ میں قوم و ملک سے کسی خطاب یا لقب کا حاصل کرنا کوئی بڑی بات نہیں

مگر ایک ایسے زمانہ میں جبکہ لڑکیوں کا پیدا ہونا عار اور شوم سمجھا جاتا تھا جبکہ ایسی نحوستوں کو فنا کرنے کیلئے پیدا ہوتے ہی اُن کا گلا گھونٹ دیا جائے ایک عورت کا طاہرہ کے لقب سے معزز ہونا حقیقت میں بڑی بات ہے حقیقت شناس سمجھتے ہیں کہ اس تخاطب میں بھی کوئی راز تھا۔ اور چونکہ آپؓ کی زندگی کا آخری حِصّہ پوری طہارت اور پاکیزگی میں گذرنے والا تھا اِس لئے زبانِ خلق نے آپ کو اوائل شعور ہی سے طاہرہ کا خطاب دے دیا تھا جو آخر کار آپ کی برگزیدہ زندگی پر صادق آیا اور آپؓ گو عہدِ شرک میں پرورش پذیر ہوئیں مگر اسلام کے صداقت پرست اور پاک گھوارے میں آپؓ کی زندگی کا آخری حِصّہ تمام ہوُا ۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ آپؓ نباش کے ساتھ بتوں کو پوجتی تھیں اور غیر خدا سے مدد مانگتی تھیں لیکن آپؓ کی فطرت میں ایک نُورِ صداقت، ایک لمعۂ طہارت پوشیدہ تھا جو اِن ظاہری وصوری کثافتوں کے پردہ میں چمک رہا تھا اور جسقدر آپؓ کی عمُر زیادہ ہوتی جاتی تھی یہ کثافتیں کم ہوتی جاتی تھیں اور لطافتوں کی برقی رَو آپؓ کی پیشانی میں چم چم کرتی ہوئی نظر آتی تھی ۔

دُوسری شادی

نباش کا انتقال ہو گیا تو آپؓ کی دوسری شادی عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوئی اِن سے بھی ایک لڑکی پیدا ہوئی اور اس کا نام بھی ہند ہی رکھا گیا ۔

عرب کے زمانۂ جاہلیت کی یہ ایک خصوصیت آپ کو ہر واقعہ میں

کئی کئی لڑکے اور ایک ایک نام کی کئی کئی لڑکیاں ہوتی تھیں یہ رسمِ تسمیہ ایامِ جاہلیت سے گذر کر عہدِ رسالت تک بدستور قائم رہی لیکن جب علم و عمل کی روشنی اچھی طرح پھیل گئی۔ اور اسلام نے تبرک و مقدس ناموں کا کتب متداولہ میں اضافہ کر دیا تو پھر یہ رسم بھی بند ہو گئی۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ اب بھی ایک نام کے ایک خاندان میں یا خاندان میں نہیں تو ایک محلہ میں اور محلہ میں نہیں تو ایک شہر میں سینکڑوں لڑکے اور لڑکیاں موجود ہیں مگر وہ حدِ تسمیہ باقی نہیں رہی کہ جو نام ایک لڑکے کا رکھا گیا وہ ہی نام دوسرے کا اور وہ ہی تیسرے کا رکھ دیا غرضکہ ہند نے جن کا ذکر اوپر ہوا ایک عرصہ تک جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی آغوشِ محبت میں بھی پرورش پائی ہے اور نبوت کے پہلے ہی سال میں آپؓ ایمان لے آئی ہیں۔ محمد مخزومی انہیں ہند کے بیٹے ہیں جو ایک بڑے صحابی اور مقدس بزرگ گذرے ہیں عتیق سے بی خدیجہؓ کو بے حد محبت تھی۔ اور وہ تھا بھی ایک تجربہ کار شخص۔ مگر آخر کار اس دنیا سے وہ بھی رخصت ہوا اور حضرت خدیجہؓ پھر بیوہ کی بیوہ رہ گئیں۔

ایامِ بیوگی کے حالات

عتیق کے انتقال کے بعد بی خدیجہؓ نے تیسری شادی ملتوی کر دی، اُن کا دل دنیا سے کچھ گھبرا سا گیا۔ اور وہ اب اپنے اوقاتِ زندگی کا بہت سا حصہ خانۂ کعبہ میں صرف کرنے لگیں۔ خویلد بڑے مالدار تھے اور خدیجہؓ بہت زیادہ حسین عورت تھیں۔ اِس لئے یہ ایک معمولی سی بات تھی کہ بیوہ ہو جانے کے بعد ہر طرف سے شادی کے پیغام آنے لگے بڑے بڑے مالدار قریش اپنے

بڑے بڑے لالچ دلائے۔ چونکہ اس زمانہ میں اونٹ ایک نہایت کار آمد اور بیش بہا جانور خیال کیا جاتا تھا اور تجارت میں اونٹوں کی وجہ سے بڑی بڑی آسانیاں پیدا ہوتی تھیں بلکہ سارا کام تجارت کا اونٹوں سے ہی چلتا تھا اِس لئے سو سو اونٹ دینے کا لالچ دیا مگر بی خدیجہؓ کے دل پر کچھ ایسی بے رنگی چھائی کہ آپؓ نے کسی پیام کو منظور نہ کیا اور جواب صاف دے دیا کہ میں اب نکاح کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ وضع وطرح دار جوان اور مالدار قریشی لڑکے اپنا سا مُنہ لے کر رہ گئے۔ اور اپنی حسرتوں کو پامال دیکھ کر دل ہی دل میں غمگین ہوتے رہے مگر جب عورت کی طرف سے رضامندی ہی نہ ہو تو پھر کیا کیا جائے آخر مجبور ہو ہو کر خاموش ہو گئے ÷

بی خدیجہؓ اپنا کچھ وقت تو خانۂ کعبہ کی خلوت گزینی میں صرف کرتیں اور کچھ وقت عرب کی کاہنہ عورتوں میں گذارتیں جو اُس زمانہ میں نہایت بزرگ سمجھی جاتی تھیں۔ وہ جو کچھ کہتیں آپ بغور سُنتیں اور خصوصیت کے ساتھ آنیوالے زمانے کے انقلاب پر اُن سے بحث کیا کرتیں۔ کاہنہ عورتیں بھی ان سے بہت خوش تھیں اس لئے کہ وہ ان کے اعتقادات میں ایک قوتِ جاذبہ پاتی تھیں اور ان کے گھر میں اُن کی بے حد خاطر و مدارات ہوتی تھیں۔ جب بھی موقع ملتا یا بی خدیجہؓ بلاتیں اپنی کتابیں بغل میں دبا کر چلی آتیں اور پہروں آثار و واقعات پر گفتگو کرتی رہتیں ÷

تجارتی کاروبار بی خدیجہؓ کے ہاتھ میں

اب خویلد اپنی کبر سنی کی وجہ سے بہت زیادہ ضعیف ہو گئے اور

تجارت تو اُن کا موروثی مشغلہ تھا۔ کوئی لڑکا تھا نہیں جو اس کاروبار کو چلاتا
آخر خویلد نے بی خدیجہؓ سے کہا کہ میں تو ضعیف و کمزور ہو گیا ہوں اب تجارت کا
بار مجھ سے اُٹھ نہیں سکتا۔ مناسب یہ ہے کہ تم اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے لو
میں مناسب مشوروں سے تمہیں مدد دیتا رہوں گا۔

جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں بی خدیجہؓ نہایت ذہین اور عاقلہ عورت
تھیں اپنے باپ پر یہ بے چارگی کا عالم دیکھ کر کمر ہمت کو چست باندھا اور
سر جھکا کر عرض کیا "ہاں اے بوڑھے باپ تجارت کا کام میں کروں گی۔ آپ
گھر میں باطمینان بیٹھئے۔

خویلد کو اطمینان و سکون ہو گیا اور تجارتی کوٹھیوں کا تمام حساب کتاب
بی خدیجہؓ کے سپرد کر دیا گیا۔ آپؓ نے اپنے حسن انتظام سے تمام غلاموں
اور کام کرنے والوں کو اپنے قبضے میں کر لیا اور چند ہی روز میں تجارتی مرکزوں کو
اس قدر بڑھا لیا کہ بہ نسبت پہلے کے کچھ آمدنی اور منافع میں بھی زیادتی
ہو گئی۔

اِس وقت ان کی تجارت ایک طرف تو یمن میں پھیلی ہوئی تھی اور دوسری
طرف اطرافِ شام میں۔ اور اس زمانہ میں شام و یمن ہی دو ایسی تجارتی
منڈیاں تھیں جن میں عرب کے تاجر اپنا مال بھیج کر کافی منافع حاصل کر سکتے
تھے۔ یوں تو بابل اور بصرے کی طرف بھی مکہ معظمہ سے تجارتی مال جاتا تھا۔
مگر گرم بازاری انہیں ممالک میں تھی اور اسی لئے بی خدیجہؓ نے اپنی تجارت کا
مرکز ان دونوں شہروں کو مقرر کر لیا تھا۔

[illegible] غلام یہودی اور عربی قریشی وغیرہ ان کے ماتحت تھے۔ اور

پڑھ تھا مگر بی بی خدیجہؓ کو ایک ایسے شخص کی سخت ضرورت تھی جو متدین ہو اور دیانت داری کے علاوہ اُس میں کچھ ذاتی قابلیّت بھی ہو۔ وہ چاہتی تھیں کہ اگر ایسا کوئی آدمی مل جائے تو مَیں ان تمام غلاموں کو اُس کی سرکردگی میں باہر بھیجا کروں اور وہ ہی ان کا افسر بن کر ان کے انتظامات کر لیا کرے۔

امین کی رسائی طاہرہ تک

زمانہ یونہی گذرتا چلا جا رہا تھا، مگر شمس رسالت ظلمتوں کے مطلع سے طلوع ہو چکا تھا۔ اُس کے انوارِ سطحِ زمین کو اپنی نُورانی کرنوں سے منوّر کر چکے تھے۔ ظلمتیں کُرۂ نور کی طرف خود بخود سمٹتی چلی جا رہی تھیں اور زمانہ اپنی موجودات کو ایک ایسے ازلی مرکز کی طرف ڈھکیل رہا تھا جو سرزمین عرب میں ہنوز مخفی تھا اور جس کے اسرارِ خفی ہنوز جلوتِ عام میں پرتو فگن نہیں ہوئے تھے۔

یہ شمس رسالت، یہ سرچشمۂ رحمت، کون تھا، احمد مجتبےٰ، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم (روحی فداہ) آپؐ کے والد تو پہلے ہی انتقال کر چکے تھے۔ مگر اب آپ اپنے دادا عبد المطلب کے سایۂ عاطفت سے بھی محروم تھے۔ اور اپنے چچا ابو طالب کی کفالت میں پرورش پا رہے تھے۔ ابو طالب کیا کرتے تھے وہ ہی جو قریشی سرداروں کا مشغلہ تھا۔ یعنی تجارت۔ اس سے پہلے آپ کی تجارت بہت زیادہ ترقی پذیر تھی۔ ہر سال آپ کے تجارتی اونٹ نواحِ شام میں جاتے تھے اور کثیر منفعت کے ساتھ واپس آتے تھے۔ ایک مرتبہ تو آپ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو بھی اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔ مگر پھر کبھی

وجہ یہ بھی کہ ابوطالب کو آنحضرتؐ سے بے حد محبت تھی۔ اگر عبدالمطلب وصیت نہ کر جاتے تو بھی جناب ختمی مآبؐ کے آثار رسالت کچھ ایسے نہ تھے جو ابوطالب کے دل کو مسخر نہ کر لیتے۔ حضرت ابوطالب کبھی آپؐ کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے تھے اور آپؐ کی دلجوئی و آرام کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے +

آپؐ یتیم تھے۔ نہ والد کا سایۂ عاطفت دیکھا نہ ماں کی آغوش محبت میں کچھ زیادہ عرصہ تک چین پایا۔ سنِ شعور آیا تو یتیمی اور غربت کو گرد و پیش دیکھ کر جی بہت گھبرایا۔ لیکن ابوطالب کی سرپرستی نے وہ رنگ جمایا کہ آخرکار آپؐ ماں باپ اور دادا کو بھول گئے۔ اور سب کچھ حضرت ابوطالب ہی کو سمجھنے لگے +

ابوطالب اب ضعیف تھے مگر بار کفالت بہت زیادہ تھا۔ اپنے بچوں کا خیال۔ بھائی کے بچوں کا خیال۔ کیا کریں کیا نہ کریں یہ اسی فکر میں تھے کہ عرب ایک عالمگیر قحط میں مبتلا ہو گیا اور رہی سہی تجارتی اُمیدیں بھی جاتی رہیں +

ایک دن ابوطالب نے فکرِ معاش سے گھبرا کر جناب رسول کریم صلعم کو پاس بُلایا اور کہنے لگے کہ بیٹا دیکھو ہم تو اب ضعیف ہوئے۔ کچھ کر نہیں سکتے، قحط کا یہ عالم ہے متعلقین کا یہ حال ہے کہ کمانے والا ایک اور کھانیوالے دس پندرہ۔ تمہیں بتاؤ کہ ایسی حالت میں ہم کیا کریں۔ قرضخواہ الگ کھائے جاتے ہیں۔ سرمایہ کی کمی اجازت نہیں دیتی کہ کوئی تجارتی کام کیا جائے زمانہ سخت سے سخت تر ہوتا جاتا ہے سخت پریشانی ہے +

آپؐ نے اپنے چچا سے یہ باتیں سُنکر فرمایا کہ "چچا جان میرے لائق جو کام ہو میں اُسکے کرنے کے لئے حاضر ہوں" ابوطالب جناب رسول کریمؐ

میں خدیجہ کا کاروبار خوب چل رہا ہے۔ وہ ابھی دو دن ہی روز میں اپنا اسباب تجارت شام کی طرف بھیجنے والی ہے اور اُسے ایک امین و متدین شخص کی ضرورت بھی ہے اگر تم اُس کے پاس جاؤ اور کہو تو مجھے امید قوی ہے کہ وہ فوراً منظور کرلے گی اور تمہیں بطور اجیر اپنے سامانِ تجارت کے ساتھ بھیج دے گی۔ آپؐ نے فرمایا مجھے جانے میں کوئی عذر نہیں ہے مگر خود جاکر اُس سے اس طرح کہنا میں اپنی خاندانی وجاہت کے خلاف سمجھتا ہوں کیا اچھا ہو کہ کوئی شخص میری طرف سے اُس کے پاس جائے اور اس کی مرضی پاکر سفارش کرے اور مجھے لے جائے ؂

ابوطالب یہ سُن کر خاموش ہو گئے اور جناب رسول کریم صلعم باہر تشریف لے گئے، ابھی ابوطالب اسی اُدھیڑبن میں بیٹھے تھے کہ عاتکہؓ بنت عبد المطلب جو حضرتؐ کی پھوپھی تھیں ابوطالب کے پاس آکر بیٹھ گئیں اور پوچھنے لگیں کہ کیوں آج تم فکرمند سے نظر آتے ہو۔ کیا کسی خیالِ خاص کی وجہ سے طبیعت اُداس ہے ؂

ابوطالب بولے کچھ نہیں کہو تم اِس وقت کیوں آئی ہو، آپؐ کی پھوپھی نے کہا کہ بھائی، محمد (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اب جوان ہو گئے ہیں۔ ۲۵ برس کی عُمر ہے ان کی کہیں شادی کیوں نہیں کر دیتے۔ ابوطالب نے کہا کہ اے بہن یہ فکر تو مجھے بھی ہے مگر کیا کروں کہ غیر کفو میں ان کا عقد کرنا مجھے منظور نہیں، اور کفو میں کرنے کا مقدور نہیں، تم دیکھتی ہو کہ قحط کی تیز اور سخت دھوپ چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے جو امیدوں اور تمناؤں کے درختوں کو جلائے دیتی ہے روزگار کا یہ حال ہے کہ سرمایہ کا الگ وبال ہے ایسی حالت میں

عاتکہ بولیں کہ اِس وقت خدیجہ اپنا اسباب تجارت ملکِ شام میں
بھیجنے کو ہیں اور اُنہیں ایک متدین شخص کی ضرورت ہے تم کہو تو میں اُن سے جا کر کہوں۔ ابو طالب کی تو یہ خواہش ہی تھی فوراً کہنے لگے کہ ہاں اے بہن اگر ایسا کرو تو بہت اچھا ہو۔ گو یہ بات میرے لئے بھی شرمناک ہے کہ میرا بھتیجا کسی برادری والے کے بارِ احسانات اُٹھائے مگر اِس وقت سوائے اس کے اور کوئی چارہ نظر نہیں آتا ✢

غرضکہ عاتکہ رضؓ حضرت خدیجہ رضؓ کے پاس آئیں۔ بی خدیجہ رضؓ نے اُنہیں نہایت عزّت و تکریم کے ساتھ بٹھایا اور خوب خاطر و مدارات کرنے کے بعد دریافت کیا کہ اے سیّدۂ عرب آپ نے یہاں تک آنے کی تکلیف کس وجہ سے گوارا کی ✢

عاتکہ رضؓ نے کہا آپ رضؓ کو معلوم ہو گا کہ میرے بھائی عبد اللہ کا ایک لڑکا ہے جس کا محمد (صلے اللہ علیہ وسلّم) نام ہے۔ میرے باپ عبد المطلب نے اُس کی بڑی دلجوئی کے ساتھ پرورش کی ہے اور مرتے وقت میرے بھائی ابو طالب کے سپرد کر گئے ہیں۔ اب وہ جوان ہے۔ اور اس قابل ہے کہ اُس کی شادی کہیں کر دی جائے مگر جیسا کہ تمہیں خود معلوم ہے آجکل کاروبار کی سست رفتاری اجازت نہیں دیتی۔ اور ابو طالب بوجہ ضعیفی کچھ کرنے دھرنے کے قابل نہیں ہیں۔ میں نے سُنا ہے کہ تمہیں اپنے تجارتی کاروبار کے لئے ایک کارگذار شخص کی ضرورت ہے پس اگر مناسب سمجھو تو میرے بھتیجے کو مقرر کر لو۔ ہم سب بنی ہاشم تمہارے بے حد شکر گذار ہونگے اور ممنون منّت رہیں گے ✢

اس سے پہلے بی خدیجہ رضؓ ایک خواب دیکھ چکی تھیں کہ آسمان سے

... راہب کے پاس بھیجا جو فنِ تعبیر میں اس وقت اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اُس نے جواباً لکھ بھیجا کہ اے شریفۂ عرب اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ پیغمبر آخرالزمان جو کہ پیدا ہو چکے ہیں تم کو اپنے عقد میں لائیں گے اور تمام عالم اُن کے دین کی روشنی سے منوّر ہو جائے گا۔

جب خدیجہؓ نے عاتکہؓ کی یہ گفتگو سُنی تو اُنہیں اپنے خواب کا خیال آیا اور راہب نے جو تعبیر دی تھی اُس کی صداقت کا شُبہ ہُوا۔ فرمانے لگیں اے سیدۂ قریش میں نے محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلّم) کے حُسنِ صفات اور دیانتداری و امانت شعاری کا حال اس سے پہلے بھی بہت کچھ سُنا ہے۔ مجھے منظور ہے تم اُنہیں بھیجدو مَیں بہ نسبت دوسرے لوگوں کے اُنہیں دوگنی مزدوری دونگی اور احسان مانوں گی۔ لیکن اِس سے پہلے کہ وہ قافلۂ تجارت کے ساتھ جائیں میں اُن سے کچھ گفتگو کرنی چاہتی ہوں۔ مناسب ہے کہ تم اُنہیں اِسی وقت میرے پاس بُلا لاؤ۔

عاتکہؓ گھر آئیں، ابوطالب سے سارا قِصّہ بیان کیا وہ بھی سُنکر خوش ہو گئے حضور سرورِ کائناتؐ کو بُلایا اچھے اچھے کپڑے پہنائے اور اپنے ساتھ لے کر خدیجہؓ کے محلّوں کی طرف روانہ ہوئیں۔

یہاں بی بی خدیجہؓ نے گھر کو نہایت خوبصورتی سے آراستہ کیا، ایک مسند پر بیٹھیں اور سامنے ایک باریک پردہ ڈال لیا۔ توریت سامنے رکھ لی اور نبی عربی روحی فداہ کا انتظار کرنے لگیں۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حبیب کبریا محمدؐ مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلّم انوارِ رسالت کے آثار، اور اسرارِ نبوت کے نشانات ...

کھڑے ہو گئے۔ خدیجہ رضؓ سے کوئی بات نہ ہو سکی۔ صرف اتنا کہا کہ اے
سیدۂ قریش میرا سامانِ تجارت تیار ہے آپ انہیں گھر لے جاکر
فوراً ہی بھیج دیجیئے تاکہ قافلے کے ساتھ چلے جائیں ہیں اُجرت میں
دو اونٹ دونگی +

عاتکہ رضؓ اپنے یتیم بھتیجے کو پھر گھر پر لائیں لباسِ سفر پہنایا آپ اپنے
چچا اور پھوپھی وغیرہ سے رخصت ہو کر بی خدیجہ رضؓ کے پاس آئے اور ایک
طرف خاموش بیٹھ گئے +

بی خدیجہ رضؓ نے اپنے غلام میسرہ کو بُلایا اور کہا کہ اے میسرہ دیکھو
محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے ساتھ جاتے ہیں ان کو کسی قسم کی تکلیف
نہ ہونے پائے۔ خود کو ان کا چاکر اور خدمتگار سمجھنا۔ راستے میں کہیں
ان سے جُدا نہ ہونا۔ اِن کی رائے کو ماننا، کھانے پینے کا خیال رکھنا۔ اور
دن رات غلام کی طرح اِن کی خدمتگذاری اور خاطرداری میں مصروف
رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ میں سادات بنی ہاشم کے سامنے شرمندگی اُٹھاؤں
اگر تو نے اثنائے سفر میں ان کی خاطرداشت کی تو میں تجھے بھی نہال کردونگی
اور عجب نہیں کہ تو اس قیدِ غلامی سے بھی آزاد ہو جائے" +

پھر میسرہ کو ایک قیمتی خلعت دیا اور ایک اونٹ ساز و سامان سے
مرصع کر کے اُس کے سپرد کیا اور کہا کہ جب مکۂ معظمہ سے باہر نکلنا تو مُہار
اونٹ کی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دینا لیکن جب شہر اور اہل قوم
سے دُور ہو جاؤ تو اِنہیں اُس اونٹ پر سوار کر دینا اور خود مُہار تھام کر
بطور ساربان آگے آگے چلنا۔ اور یہ خلعت اِنہیں پہنا دینا۔ میسرہ نے کہا کہ

کی قسم کی تکلیف نہ دوں گا۔ تم اطمینان رکھو ؛

غرضکہ میسرہ اسباب تجارت اونٹوں پر لدوا کر اور مُہار جناب رسول کریمؐ کے ہاتھ میں دے کر مکّہ سے روانہ ہُوا۔ پڑاؤ پر بہت سے اہلِ شہر جمع تھے جو اپنے اپنے عزیزوں اور دوستوں کو رخصت کرنے آئے تھے۔ جب اُنھوں نے عبداللہ کے یتیم بیٹے کو اس حال میں دیکھا تو بہت کُڑھے اور آپؐ کی غُربت و بے بسی پر آنسو بہانے لگے۔ عاتکہؓ اور ابو طالب بھی اپنے فرزند کو رخصت کرنے کے لئے پڑاؤ تک آئے۔ جب عاتکہؓ نے دیکھا کہ آپؐ پیادہ پا ہیں اور آپؐ کے ہاتھ میں اونٹوں کی مُہار ہے تو بے اختیار رونے لگیں اور چلّائیں کہ اے عبداللہؓ خاک لحد سے سر نکالو اور اپنے یتیم و بیکس بچے کی بے چارگی دیکھو، اے عبدالمطلب مدفن سے باہر آؤ اور دیکھو کہ جس کو تم نے بڑے ناز و نعم سے پالا تھا وہ آج غلاموں کی طرح اونٹوں کی مُہار تھامے سفر کے لئے تیار ہے۔ اے آمنہؓ کہاں ہو، اپنے لختِ جگر کی غُربت کا تماشہ دیکھ لو حضرت ابو طالب کی آنکھیں بھی اشکِ حسرت سے پُرنم تھیں، آپ بار بار جناب رسالت مآبؐ کی صورت دیکھتے تھے اور آنسو پونچھ پونچھ کر رہ جاتے تھے۔ فرشتوں میں کُہرام برپا تھا اور سب کہہ رہے تھے کہ الہ العالمین تو نے جسے اپنا پیغمبر کیا ہے۔ جسے اسلام کا سردار مقرر فرمایا ہے جس پر تو نبوت و رسالت کا خاتمہ کرنے والا ہے اُس کے ساتھ زمانہ یہ کیا سلوک کر رہا ہے۔ فرمان ہُوا اِنّی اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی اے فرشتو جو کچھ ہم جانتے ہیں تم نہیں جانتے۔ اس میں بھی ایک راز پوشیدہ ہے ؛

جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی آبدیدہ تھے اور اپنے عزیزوں

یتیم ہے رسم و راہِ منزل سے ناواقف ہے ذرا اِس کا خیال رکھنا اور اگر ممکن ہو تو اِسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دینا۔ غرضکہ سب لوگ معہ عاتکہؓ اور ابوطالب کے واپس مکے کو لوٹ گئے۔ اور یہ قافلہ روانہ ہو گیا۔ لمؤلفہ

وہ اونٹوں کو مکہ سے لیجانیوالا پیادہ در شہر تک آنے والا
خدیجہؓ کو جلووں سے تڑپانے والا فرشتوں کو صدمہ سے رُلوانیوالا

ہُوا گلہ بان اپنی اُمّت کا آخر
ملی خدمت اُس کو شفاعت کی آخر

وہ غُربت میں رہ کر بسر کرنے والا وہ بے باپ ماں کے گذر کرنیوالا
وہ ہر شخص کے دل میں گھر کرنیوالا خیانت سے بالکل حذر کرنیوالا

امین اور اماناتِ عرشی کا حامل
متین اور حفظِ شرافت میں کامل

مُہار اونٹ کی ہاتھ میں اپنے لیکر چلا جانبِ شام محبُوبِ داور
فرشتوں نے کی عرض اے ربِّ اکبر یہ کس حال میں ہیں جنابِ پیمبر

ہُوا حکم، یہ گُر ہے پیغمبری کا
یہ آغاز ہے شیوۂ رہبری کا

محمدؐ ہے انسان و حیوان کا رہبر محمدؐ ہے گردِ بیابان کا رہبر
محمدؐ ہے ہر قومِ عریان کا رہبر زمانے کا ہادی ہے ویران کا رہبر

نبوت جلو میں کھڑی کہہ رہی ہے
مُہار اس کے ہاتھوں میں کونین کی ہے

جنابِ رسول مقبول کا سفرِ شام و مصر

جب قافلہ شہر کی حدود سے باہر نکل گیا تو میسرہ نے بی بی خدیجہؓ کے حکم کے مطابق جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ خلعت فاخرہ پہنایا، اور اُس سجے ہوئے اونٹ پر آپؐ کو بٹھا کر مُہار اپنے کندھے پر ڈال لی۔ اسی قافلے کے ساتھ ابوجہل اور عتبہ اور شیبہ بھی تھے جو آنحضرتؐ سے دلی دشمنی اور للّٰہی بُغض رکھتے تھے جب اُنہوں نے دیکھا کہ میسرہ حضرتؐ کے ساتھ ایسے سلوک کر رہا ہے تو اُس سے کہنے لگے کہ اے میسرہ یہ ایک غریب لڑکا ہے اِس کو موٹے اور خراب کپڑے پہننے کے لئے دے تاکہ یہ تیرا غلام بنا رہے۔ اور سخت کام لے تاکہ اسے تکالیفِ سفر کا تجربہ ہو۔ میسرہ نے کہا کہ میں خدیجہؓ کا غلام ہوں تم لوگوں کا غلام نہیں ہوں میری مالکہ نے جیسا مجھ سے کہہ دیا ہے میں ویسا ہی کروں گا۔

خزیمہ بن حکم سلمی جو بی بی خدیجہؓ کے رشتہ دار تھے وہ بھی اِس سفر میں آپؐ کے ہمراہ تھے یہ قافلہ سیدھا جانبِ مصر روانہ ہوا اثنائے راہ میں ایک یا دو اونٹ چلنے سے رہ گئے ہر چند کوشش کی گئی لیکن اُن کے پاؤں نہ اُٹھے آخر جناب رسول کریم صلعم اپنے اونٹ سے نیچے اُترے اور اپنا ہاتھ اُن واماندہ اونٹوں پر رکھ دیا۔ خدا کی قُدرت سے وہ اونٹ چُست وچالاک ہو گئے اور اِس قدر تیز ہوئے کہ تمام قافلے کے اونٹوں سے آگے چلنے لگے خزیمہ اور میسرہ یہ حال دیکھ کر دنگ رہ گئے اور اُن کے دل میں نبی کریم صلعم کی عزت و تکریم اور بھی زیادہ ہو گئی۔

اونٹ کھول دیئے گئے۔ قریب ہی ایک نسطورا راہب کی خانقاہ تھی اور اُس کے قریب ایک خشک درخت تھا۔ جناب رسول کریمؐ اُس درخت کے نیچے رونق افروز ہوئے۔ آپؐ کا وہاں بیٹھنا تھا کہ درخت فوراً ہی سرسبز و شاداب ہو گیا۔ نسطورا نے جب آپؐ کو اُس درخت کے نیچے رونق افروز دیکھا تو ایک کتاب ہاتھ میں لئے ہوئے دوڑا ہُوا آیا کبھی آپؐ کو دیکھتا تھا کبھی کتاب پر نظر ڈالتا تھا آخر اُس سے نہ رہا گیا اور چلّا کر کہنے لگا کہ قسم ہے اُس خدائے بزرگ و برتر کی جس نے حضرت مسیحؑ پر انجیل اُتاری یہ وہ ہی شخص ہے جس کی پیشین گوئی کتب مقدس میں ہے۔ پھر آپؐ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے مکّی میں آپؐ کو لات و عزّیٰ کی قسم دیتا ہوں اپنا نام بتائیے۔ آپؐ نے نہایت غصہ سے اُس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اے بدنصیب شخص دُور ہو مجھے لات و عزّیٰ سے زیادہ کوئی بات بُری معلوم نہیں ہوتی۔

خزیمہ نے جو آپؐ کی خشم آلود آواز سُنی تو تلوار کھینچ کر فوراً آپؐ کے پاس آ گئے چاہتے تھے کہ اُس راہب پر حملہ کریں مگر وہ بے تحاشا بھاگا اور خانقاہ میں گھُس کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ پھر خانقاہ کی چھت پر آیا اور پکار کر کہنے لگا کہ اے اہلِ قافلہ تم مجھ سے خوف نہ کرو۔ خدا کی قسم اس سے بہتر کوئی اور قافلہ یہاں نہیں آیا تم مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو، میری کتاب میں لکھا ہے کہ یہ شخص جو اس درخت کے نیچے بیٹھا ہے پیغمبر آخر الزمان اور خاتم الانبیاء ہے۔ جو اس کی تابعداری کرے گا اُسے نجات ملے گی اور جو نافرمانی کرے گا ہلاکت میں پڑے گا۔ میں اِن کے اشتیاقِ زیارت میں یہاں ایک

مدت دراز سے بیٹھا ہُوا ہوں۔ الحمد للہ کہ آج کامیاب ہُوا کاش میری عمر

... ہوتا ہے کہ اس درخت کے نیچے سوائے پیغمبر کے کوئی دوسرا شخص بیٹھ ہی نہیں سکتا۔

پھر خزیمہ سے نسطورا راہب نے دریافت کیا کہ تیرا اس شخص سے کیا تعلق ہے۔ وہ بولا کہ میں حضور کا خادم ہوں اور پھر تمام باتیں جو راستہ میں آپؐ سے ظاہر ہوئیں تھیں بیان کیں۔ راہب نے یہ سُنکر کہا کہ اے خزیمہ یہودی اس کے سخت دشمن ہیں اُن کے شر سے ہمیشہ خوف رکھنا۔ اور شام کی طرف نہ جانا۔ یہ شخص پیغمبر ہے جو آخر کار تمام مذاہب باطلہ کو نیست و نابود کر کے ایک مذہب حقہ کی بنیاد ڈالے گا اور تمام ممالک عراق و عرب کو فتح کر لے گا۔ جب خزیمہ نے دیکھا کہ راہب تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جان نثار ہے تلوار میان میں کر لی اور آپؐ کی صورت کو حیرت و تعجب کے ساتھ دیکھنے لگا۔ نسطورا اپنا اعتبار خزیمہ کے دل میں قائم کر کے پھر اُترا۔ اور پھر جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کے سامنے آیا اِس وقت اُس کے ہاتھ میں ایک حریر کا ٹکڑا تھا جسے وہ بار بار دیکھتا تھا کبھی اُس کی آنکھیں اشک آلود ہو جاتی تھیں اور کبھی اُس کا چہرہ آثار تبسم سے روشن ہو جاتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ نہایت ادب و احترام کے ساتھ جناب رسول کریم صلعم سے عرض کرنے لگا کہ میں آپؐ میں بعض صفات ایسی دیکھتا ہوں جو آجتک کسی شخص میں میں نے نہیں دیکھیں۔ اور میرا یقین یہ ہے کہ پیغمبر موعود جو تھا مانِ سے مبعوث ہوگا وہ آپؐ ہی ہیں۔ میں خلقت کو آپؐ کا عاشق زار پاتا ہوں آپؐ کے دوستوں کو عزیز رکھتا ہوں اور آپؐ کے دشمنوں کو اپنا

فسخ کردیا اور وہیں بصرے کے بازار میں معہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بغرض خرید و فروخت روانہ ہوئے۔ ان کا مال تجارت سب سے پہلے فروخت ہو گیا اور ہر سال سے دو چند منافع زیادہ حاصل ہوا۔ اور فروختگی اسباب میں کچھ زیادہ جدوجہد بھی نہ کرنی پڑی ؛

مکہ معظمہ کو واپسی

جب سامانِ تجارت اس قدر آسانی کے ساتھ فروخت ہو گیا اور آپؐ کی برکت سے دوسرے اہل قافلہ بھی اپنا سامان جلد فروخت کر چکے تو پھر وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور یہ تجارتی قافلہ واپس جانبِ مکہ روانہ ہوا منزلیں طے کرتے ہوئے یہ سب لوگ مرالظہران میں جو مکہ معظمہ سے تین رات دن کی مسافت پر ایک مقام ہے پہونچے اور وہاں قیام کیا۔ ابوبکر صدیقؓ بھی اس قافلے کے ساتھ تھے حسب دستور میسرہ سے کہنے لگے کہ اے میسرہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو خدیجہؓ کے پاس بھیج۔ تاکہ وہ قافلہ کی آمد کی خبر پہونچائیں میسرہ نے اُسی وقت ایک اونٹ کو زیور اور ساز و سامان سے سجایا حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ اے میسرہ اونٹ کو اس قدر آراستہ کرنے کی کیا وجہ ہے میسرہ نے جواب دیا کہ ملکۂ عرب بی بی خدیجہؓ کی یہ عادت مستمرہ ہے کہ جس اونٹ پر سوار ہو کر قاصد قافلے کے آنے کی خبر پہونچاتا ہے وہ اونٹ اُسی کو دیدیا جاتا ہے میں چاہتا ہوں کہ یہ اونٹ آراستہ و پیراستہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو ملے۔ ابوجہل نے جو آپؐ سے عناد رکھتا تھا جب یہ بات سُنی تو میسرہ سے کہنے لگا کہ محمد (صلعم) ابھی منازل مکہ سے ناواقف

میسرہ نے ابوجہل کے کہنے کی پروانہ کی اور حضور انورؐ کو اونٹ پر بٹھا کر جانب مکۂ معظمہ روانہ کر دیا ٭

اتفاقاً راہ میں حضرت پر نیند نے غلبہ کیا اور آپؐ کا اونٹ راستہ بھُول گیا۔ اندھیری رات تھی اور اونٹ گم کردہ راہ ایک غلط راستے پر چلا جا رہا تھا کہ بحکم خداوند ذوالجلال جناب جبرئیل علیہ السلام آئے اور اُس اونٹ کی مُہار پکڑ کر راستہ پر لائے۔ جس وقت آپؐ کی آنکھ کھُلی تو آپؐ مکۂ معظمہ میں تھے ٭

حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ التسلیم نے فرمایا کہ سألت اللّٰہ شیئًا ودوت ان لا اسئل یعنی سوال کیا میں نے اللہ سے ایک چیز کا اور بعد جواب ملنے کے مجھ کو ندامت ہوئی کہ نہیں مانگتا میں قلت الٰھی کلمت موسیٰ تکلمًا واعطیت سلیمان ملکًا عظیمًا فاوی شیئًا اعطیتنی یعنی میرا سوال یہ تھا کہ آلہی تو نے موسیٰؑ کو خلعت تکلّم عطا فرمایا اور سلیمانؑ کو ملک عظیم دیا۔ اُن کے مقابلے میں مجھے کیا کیا عنایت ہُوا قال الم یجدك یتیمًا فاوٰی ووجدك ضالًا فھدٰی ووجدك عائلًا فاغنٰی فرمایا خدا عزوجل نے کہ اے محمدؐ تم نہیں جانتے کہ یتیم بچے لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہُوا کرتے ہیں اور کوئی اُن کی دلداری نہیں کرتا تم عبداللہ کے یتیم بچے تھے مگر میں نے تمہیں عزت دی اور تمہاری محبت وشفقت عبدالمطلب اور ابوطالب کے دل میں ڈال دی کہ وہ اپنا جان ومال تم پر نثار کرنے لگے۔ اور دشمنوں سے تمہاری حفاظت کی اور کیا تم کو نہیں

مہار پکڑی اور تمہیں سیدھے راستے پر لایا وہ جبرئیلؑ جس کے دیدار کی تمنا نبیوں کو بعدِ حصول نبوت رہی، نبوت ملنے سے پہلے تمہارا غلام بنادیا گیا اور کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ تم بے مقدور اور بے بضاعت تھے تو خدیجہؓ کے مال سے ہم نے تم کو مالدار کیا۔ اس آیۂ شریف میں ووجدک ضالاً فھدیٰ کی ضمیر معنوی اسی واقع کی طرف راجع ہوتی ہے ورنہ جناب رسول کریم صلعم مہدِ مادر میں بھی گمراہ نہ تھے اور گو وہ ایک گمراہ خاندان میں پیدا ہوئے تھے اور ایام جہالت میں اُن کی عُمر کا بیشتر حصہ گذرا تھا مگر ہدایت ازلی سے اُن کا چہرہ منوّر تھا اور اُنہیں کسی کی ہدایت کی ضرورت نہ تھی۔

المختصر اِدھر تو خدا کا رسولؐ قافلہ کی خبر لئے ہوئے خدیجہؓ کے محلوں کی طرف چلا آرہا تھا اُدھر خدیجہؓ اپنی خواصوں کے ساتھ اپنے بالاخانے پر بیٹھی ہوئی قافلے کی منتظر تھی۔ نفیسہ کہتی ہیں کہ میں بھی اُس روز بی بی خدیجہؓ کی خدمت میں حاضر تھی اور دیکھتی تھی کہ خدیجہؓ غمِ انتظار سے نہایت بیچین ہے اور اُس کی زبان سے کلمات حسرت اِس طرح جاری ہیں ؎

خوش آنکہ تو باز آئی و من پیلئے تو بوسم | در سجدہ روم خاکِ قدم ہائے تو بوسم
ہر جا کہ تو روزے نفسے جائے گرفتی | آنجا روم و سجدہ کناں جائے تو بوسم
روئے تو تصور کنم و لالۂ و گُل را | در حسرتِ رخسارِ دل آرائے تو بوسم
ہر جا کہ غزالیست چو مجنوں سر و چشمش | در آرزوئے نرگسِ شہلائے تو بوسم
من اہلئے درویش و تو آں شاہِ جہانی | دستے کہ ببوسم بہ تمنائے تو بوسم

تمازتِ آفتاب سے ہر چیز حرارت انگیز تھی۔ ناگاہ ایک شتر سوار کہ تیز ہی
میں بجلی سے بھی زیادہ تیز تھا نمودار ہوا۔ ہم سب نے دیکھا کہ ایک ابر کا
ٹکڑا اُس کے سر پر سایہ افگن ہے۔ خدیجہؓ پہلے تو بغور دیکھتی رہیں۔ پھر خدمتگاروں
سے پوچھنے لگیں کہ لوگو اس سخت گرمی اور لُو میں یہ کون ہے جو اس قدر تیز
چلا آرہا ہے۔ اُنہوں نے بغور دیکھ کر عرض کیا کہ اے ملکۂ عرب ہمیں تو محمّد
(صلے اللہ علیہ وسلّم) معلوم ہوتے ہیں۔ یکایک وہ سوار ڈیوڑھی پر آپہنچا
اور معلوم ہوا کہ واقعی جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے۔

حضور انورؐ نے بعد دُعا کے قافلے کے آنے کی خبر خدیجہؓ کو پہنچائی
اور میسرہ کا خط دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ ہم کامیاب سفر سے واپس آگئے
امسال بہ نسبت سالہائے ماسبق کے بہت زیادہ نفع ہوا ہے اور جس قدر
منفعت کی امید تھی اُس سے زیادہ منفعت ملی ہے۔ یہ سب کچھ محمّد
(صلے اللہ علیہ وسلّم) کی ہمراہی کا صدقہ تھا۔ باقی حال حاضر ہو کر
بالمواجہ عرض کردں گا۔

حضرت خدیجہؓ بے حد خوش ہوئیں وہ اونٹ جس پر حضور انورؐ سوار
ہو کر یہ خبر لائے تھے آپؐ ہی کو معہ تمام ساز و سامان کے دے دیا اور اُسی
وقت خط کا جواب لکھ کر اپنی مُہر لگائی اور کہا کہ یہ خط واپس قافلہ میں لیجایئے
اور میسرہ کے ساتھ بہت جلد واپس آئیے۔

حضور انورؐ خدیجہؓ کا خط لے کر واپس ہوئے۔ اور باعانت الٰہی اُسی
دن قافلے میں جا پہونچے۔ ابو جہل نے جو آپؐ کو اتنی جلدی آتے دیکھا تو میسرہ

میسرہ اور ابو بکرؓ کی نظر جو آپؐ پر پڑی تو دونوں کو بے حد خیال ہوا۔ اور یقین آگیا کہ واقعی محمدؐ (صلعم) راستہ بھول کر واپس چلے آئے۔ مگر جب آپنے بی خدیجہؓ کا سر بمہر خط میسرہ کو دیا تو وہ بھی خوش ہوگیا اور ابو جہل سے کہنے لگا کہ محمدؐ (صلعم) تو راستہ نہیں بھولے بلکہ تو ہی راستے سے بھٹکا ہوا ہے۔ دیکھ یہ خدیجہؓ کا سر بمہر خط ہے جو محمدؐ (صلعم) مکے جا کر لائے ہیں۔ اُسوقت تو ابو جہل سخت نادم ہوا اور بغلیں جھانکنے لگا۔ لمولفہ

جو ہادی جو پیمبر جو نبی اللہ ہوتے ہیں کہیں دُنیا کے رستوں میں بھی وہ گمراہ ہوتے ہیں

چندروز کے بعد یہ قافلہ مکۂ معظمہ پہونچا۔ اور خزیمہ اور میسرہ نے تمام حالات اور خرقِ عادات جو راستے میں دیکھے اور نسطورا کی زبانی سُنے تھے۔ سب بی خدیجہؓ کے سامنے مفصلاً بیان کئے۔ ملکۂ عرب بی خدیجہؓ نے جناب رسول کریم صلعم کو اُن کی مقرر شدہ اُجرت سے دُگنا دیا اور میسرہ کو دس ہزار درم دے کر آزاد کر دیا ۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ عقدِ رسول اللہؐ میں

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ حضرت خدیجہؓ نباش و عتیق کے مرنیکے بعد شادی کے خیال کو ترک کر بیٹھی تھیں بلکہ اپنے دل کو دُنیاوی لذات کی طرف سے بھی ہٹا لیا تھا۔ ہاں کاہنہ عورتوں کے بیانات سے آپؓ کے دل میں یہ بات ضرور پیدا ہو گئی تھی کہ اس سرزمینِ عرب میں ایک نبیؐ مبعوث ہوا ہے جو اپنی رسالت کا سکہ تمام عالم پر جما دے گا اور ادیانِ سابقہ کو سحر باطل کی طرح مٹا کر رکھ دیگا۔ اس خوشخبری کے آثار آپؓ کو جبینِ رسولِ کریمؐ میں تاباں نظر

تھا۔ انہیں واقعات و آثار کا نتیجہ تھا کہ حضرت خدیجہؓ کے دل میں آپؐ کے ساتھ شادی کا خیال پیدا ہو گیا اور آپؓ کو ارمان ہوا کہ دولت سرمدی سے مالا مال ہو کر اُس سرچشمۂ فیض کی ملکیت میں اپنے کو دیدیں جس کی موجیں ایک دن ساری دُنیا کے سمندروں کو متلاطم کرنے والی ہیں +

اِدھر تو یہ خیال پیدا ہوا اُدھر یہ فکر پیدا ہوئی کہ اگر ایک یتیم بے ماں باپ کے بچہ سے شادی ہو گئی تو عرب کے امراء و رؤساء جن کے دلوں میں شادی کا ارمان ہے خدا جانے کیا کیا بدگمانیاں کرینگے پھر محمدؐ (صلعم) نا کتخدا ہیں میری عُمر چالیس برس کی ہے خدا جانے وہ مجھے قبول بھی کریں یا نہ کریں +

یہ اِسی شش و پنج میں تھیں کہ نفیسہ ان کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اے ملکۂ عرب آج خلاف دستور آپؓ کچھ پریشان خاطر سی نظر آتی ہیں۔ نصیب دشمناں کیا کوئی غیر معمولی خیال دل میں ہے۔ اگر کچھ ہرج نہ ہو تو اپنی خادمہ سے جو آپؓ کی ہمیشہ رازدار رہی ہے اپنا حال کہہ ڈالئے۔ میرے امکان میں اگر کوئی خدمت ہو گی تو میں بجا لانے میں دریغ نہ کرونگی +

بی خدیجہؓ پہلے تو خاموش ہو گئیں مگر پھر نفیسہ کو رازدار سمجھ کر کہنے لگیں کہ نفیسہ کیا بتاؤں میرا دل خود بخود محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف کھچتا ہے۔ اور طبیعت میں آپکے ساتھ عقد پیدا کرنے کا شوق پیدا ہو گیا ہے۔ مگر چند در چند وجوہ ایسے ہیں کہ میں اپنے ارمانوں میں کامیاب ہوتی نظر نہیں آتی +

نفیسہ نے کہا کہ بیگم یہ کونسی ایسی بات ہے اگر تم کہو تو میں اُن کے

تو نہال ہو جائے گی۔

نفیسہ بی خدیجہؓ کے پاس سے رخصت ہو کر جناب رسول کریمؐ کے گھر پہونچی۔ حضور اکرمؐ سے ملی اور کہنے لگی کہ آپ جوان ہو گئے ہیں اپنا نکاح کسی شریفۂ عرب سے کیوں نہیں کر لیتے۔ آپؐ نے فرمایا اے نفیسہ مفلسی اور بے بضاعتی مانع ہے۔ نفیسہ بولی اگر آپؐ ہی کے خاندان کی کوئی شریف اور مالدار عورت آپؐ سے نکاح کرے تو آپؐ اُسے اپنی زوجیت میں قبول فرمالینگے آپؐ نے فرمایا وہ کون؟ نفیسہ نے کہا خدیجہؓ یہ سُن کر آپؐ مُسکرائے اور فرمایا کہ بھلا یہ کیونکر ممکن ہے۔ نفیسہ نے جواب دیا میں اِس کی ذمہ وار ہوں۔ آپؐ خاموش ہو رہے اور نفیسہ نے واپس آکر یہ خوشخبری حضرتِ خدیجہؓ کے کانوں تک پہونچائی۔

اب بھلا خدیجہؓ کی خوشی کا کیا پوچھنا تھا۔ فوراً اپنے چچا اور عزیزوں کو راضی کر لیا۔ اُنہیں رضامند ہو جانے میں کیا پس وپیش تھا راضی ہو گئے نکاح کی ایک تاریخ مقرر ہوئی۔ بی بی خدیجہؓ نے عمر بن اسد اپنے چچا اور ورقہ بن نوفل اپنے چچازاد بھائی کو حضرت ابو طالب کے پاس بھیجا۔ ابو طالب اپنے بھتیجے کی مرضی پا کر خوش ہوئے اور عمر بن اسد کو اپنی طرف سے مُبارکباد دی۔

جب تاریخ نکاح قریب آئی تو حضورؐ متفکر ہوئے اسلئے کہ شادی کے لائق لباس آپؐ کے پاس موجود نہ تھا اور یہ ایک فطری خاصۂ انسانی ہے کہ جب وہ اپنے سے زیادہ کسی شخص کے ساتھ سلسلۂ تعلق پیدا کرنا چاہتا

آپؐ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں تمہیں کچھ ملول دیکھتا ہوں۔ سچ ہے یتیموں کی بے کسی دشمنوں اور مخالفوں کے دل میں بھی اثر کرجاتی ہے آپؐ نے فرمایا کہ بھائی کل میری شادی ہے اور میرے پاس جو لباس ہے وہ اس قابل نہیں کہ اسے پہن کر خدیجہؓ کے محلّوں میں بیٹھوں۔ حضرت ابوبکرؓ ہنسے اور کہا کہ عبد المطلب آپؐ کے دادا ایک ہزار اشرفیاں اور چند قیمتی کپڑے مجھے امانتاً سپرد کرگئے ہیں اور اُن کی وصیت ہے کہ یہ سب کچھ میں تمہیں اُس وقت دیدوں جب کہ تمہیں اِن کی ضرورت ہو۔ اب چونکہ اُس ضرورت کا وقت ہے اِس لئے یہ امانت آپؐ مجھ سے لے لیجئے، یہ کہا اور فوراً گھر جاکر ایک ہزار اشرفیاں اور وہ بیش بہا کپڑے لاکر آپؐ کو دے دیئے بعض راوی لکھتے ہیں کہ عبد المطلب کی کوئی امانت حضرت ابوبکرؓ کے پاس نہ تھی یہ صرف جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بے کسی کا اثر تھا جس نے ابوبکرؓ کے دل کو اُس حالت میں نرم کردیا جب کہ وہ اپنے آنے والے زمانے اور ملنے والی عظمت سے بالکل ناواقف اور لاعلم تھے۔ اگر آپ عبد المطلب کا نام نہ لیتے تو اغلب تھا کہ حضور انورؐ کی غیرت اس احسان کو اُٹھانے سے انکار کردیتی۔ لیکن جب آپؐ نے اپنے دادا کا نام سُنا تو آپؐ کو اُس امانت کے استرداد میں کچھ پس و پیش نہ ہُوا۔ حضرت خدیجہؓ نے بھی ایک شاہانہ جوڑا سلوا کر آپؐ کو بھیجا آپؐ نے لے لیا مگر پہن کر وہ ہی کپڑے گئے جو حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ کو لاکر دیئے تھے۔

آخر شادی کا وقت آیا۔ خدیجہؓ کا محل خانہ قسم قسم کی آرائشوں سے

کو ورقی پچ پچے پر بٹھاتی ہیں۔ ابوطالب معہ دیگر رؤسا و عمائد کے قریش

بی بی خدیجہ رض کے مکان پر حضور انور ص کو لیکر پہونچے۔ یہاں بی بی خدیجہ رض کے اعزا جمع

تھے۔ غرضکہ ابوطالب اُٹھے اور اس طرح خطبہ پڑھنا شروع کیا:۔

الحمد للہ الذی جعلنا ذریۃ ابراھیم وزرع اسمٰعیل وضئضئ

معد وعنصر مضر وجعلنا حضنۃ بیتہ وسواس حرمہ وجعل لنا بیتا محجوجا

وحرما اٰمنا وجعلنا الحکام علی الناس ثم ان ابن اخی ھذا محمدؐ

بن عبد اللہ لا یوزن رجل الا رجع بہ شرفا ونبلا وفضلا وعقلا

فان کان فی المال قل فان المال ظل زائل وامر حائل ومحمدؐ من قد

عرفتم قرابۃ وقد خطب خدیجۃ بن خویلد وبذل لھا ما رجلہ

وعاجلہ کذا وھو واللہ بعد ھذا الدنبا عظیم وخطر جلیل جسیم

(ترجمہ) حمد اُس پروردگار کی جس نے ہمیں ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی نسل سے کیا

اور معد نضر کی اصل سے پیدا کیا اور اپنے حرم کا ہم کو محافظ وپیشوا بنایا

اور حاکم فرمایا تحقیق محمدؐ میرا بھتیجا ہے عبداللہ کا بیٹا اور وہ بلند مرتبہ رکھتا ہے

اگر اُس کا مقابلہ کسی قریش مرد سے کیا جائے تو فضل وعقل اور شرافت و

عظمت میں زیادہ نکلے گا۔ اگرچہ وہ دولتمند نہیں ہے لیکن مال مثل سایئہ کے

ہے جو گھٹ جاتا ہے۔ اور اُس کی قرابت جو میرے ساتھ ہے وہ سب کو معلوم

ہے اب وہ چاہتا ہے کہ بیس اونٹوں کے عوض میں خدیجہ رض بنت خویلد سے

نکاح کرے اور قسم ہے اللہ کی کہ محمدؐ (صلعم) کو مرتبۂ عظیم اور امر جلیل

درپیش ہے:۔

ابوطالب خطبہ پڑھ چکے تو بی بی خدیجہ رض کے چچازاد بھائی ورقہ بن

الحمد لله الذی جعلنا ما ذکرت وفضلنا لما عددت فنحن
سادۃ العرب وقادتہا وانتم اہل ذلک کلہ لاتنکر العشیرۃ فضلکم
ولا یرد احد من الناس فخرکم وشرفکم وقد رغبنا فی الاتصال بحبلکم
وشرفکم فاشہدوا علے معاشر قریش بانی قد زوجت
خدیجہ بنت خویلد من محمد ابن عبد اللہ علی کذا ۔

جب ورقہ بن نوفل خاموش ہو گئے تو ابو طالب نے خدیجہؓ کے چچا عمرو بن اسد سے کہا کہ آپ بھی شرکتِ خطبہ قبول فرمائیں چنانچہ وہ بھی کھڑے ہوئے اور کہا کہ "اے معاشر عرب گواہ رہنا میں اپنی بھتیجی خدیجہؓ خویلد کی بیٹی کو محمد ابن عبد اللہ کے نکاح میں دیتا ہوں" ۔

اس کے بعد جناب رسول کریمؐ اور بی بی خدیجہؓ کی طرف سے ایجاب و قبول ہوا۔ صناوید قریش نے آپؐ کے چچا ابو طالب کو مبارکباد دی اور مجلس عقد برخاست ہوئی ۔

حضرت ابو طالب نے ولیمہ میں ایک اونٹ ذبح کیا اور پکوا کر اپنے عزیزوں اور رؤسائے قریش کو کھلایا۔ بی بی خدیجہؓ نے اپنی لونڈیوں کو حکم دیا کہ دف بجائیں اور گائیں اور پھر اُنہیں اپنی شادی کی خوشی میں آزاد کر دیا ۔

مہر کے متعلق اختلاف ہے بعض مورخ لکھتے ہیں کہ مہر میں صرف بیس۲۰ اونٹ مقرر ہوئے تھے اور اُس کی صداقت حضرت ابو طالب کے خطبے سے بھی ہوتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ چار سو مثقال طلائی کا مہر بندھا

بی بی خدیجۃ الکبریٰ چالیس برس کی تھیں +

آپؐ نے اِس اپنی پہلی شادی سے دُنیا میں ایثار نفس کا ایک اعلیٰ نمونہ قائم کر دیا۔ اگر آپؐ چاہتے تو خاندان قریش میں اب نہ سہی کچھ دن کے بعد سہی باکرہ لڑکیاں بھی آپؐ کو مِل سکتی تھیں اور کم عمر عورتیں بھی۔ مگر آپؐ کو تو ایک اسوۂ حسنہ قائم کرنا تھا اور چالیس سالہ بیوہ عورت سے نکاح کر کے اپنی قوم کے سامنے اصول معاشرت کا ایک نیک پہلو ظاہر کرنا تھا جس میں مشیت الٰہی کی مصلحتوں اور برکتوں کے بے شمار اسرار پوشیدہ تھے +

آج ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ایسا مرد بھی جو نا کتخدا نہ ہو بلکہ شادی شُدہ ہو اپنی بیوی کے مَر جانے کے بعد کسی بیوہ عورت سے شادی کرنے کا روادار نہیں ہوتا۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اُس کی قوم اُسے طعنے دے دے کر ناک میں دم کر دیتی ہے۔ اور قوم کے طعنوں کا خیال تو بہت کم پیدا ہوتا ہے خود اُس کا دل بھی نہیں چاہتا کہ کسی بیوہ عورت کو اپنی زوجیت کے حقوق سے مستفیض ہونے دے۔ حالانکہ پیغمبر اسلامؐ نے تیرا ۱۳ شادیاں کیں اُن میں سے ۱۲ عورتیں ایسی تھیں جن کے ایک سے زیادہ نکاح ہو چکے تھے اور صرف ایک بی بی حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ ایسی تھیں جو باکرہ تھیں۔ مُسلمان جو اپنے اصول معاشرت میں حضور سرورِ کائنات کی تقلید کے دعویدار ہیں ذرا گریبانوں میں مُنہ ڈال کر دیکھیں کہ اُن کے پیغمبرؐ نے کیا کیا اور وہ کیا کر رہے ہیں +

ہم فلسفۂ بیوگی پر بھی اِس وقت نظر ڈالنا چاہتے ہیں کیونکہ اِس سے

پر اپنے شوہر کی محبّت کو ہمیشہ ترجیح دیتی ہے اِسی لئے وہ بار بار میکے جانے کے لئے مُصر نہیں ہوتی وہ آدابِ معاشرت سے بالکل واقف ہوتی ہے۔ اور نہ تمام باتیں اُسے معلوم ہوتی ہیں جن کے ذریعہ سے ایک نا آشنا مرد بہت جلد آشنا ہو سکتا ہے۔ اور جن کے ذریعہ سے سخت سے سخت دل مسخر کئے جا سکتے ہیں۔

اِس کے برعکس ایک ناکتخدا لڑکی بالکل ناتجربہ کار اور اُصولِ معاشرت سے نا آشنا ہوتی ہے۔ وہ بیوی نہیں ہوتی بلکہ اُسے بیوی بنانا پڑتا ہے وہ بار بار میکے جانے کے لئے اصرار کرتی ہے۔ وہ اپنے ماں باپ کی محبّت کو اپنے شوہر کے تعلّقات پر ترجیح دیتی ہے۔ اُسے رفتہ رفتہ آدابِ معاشرت کو خوشگوار بنانے کی سمجھ آتی ہے اور وہ آتے ہی شوہر کے دل کو مسخر نہیں کر سکتی۔ اگر ہم نفس پرستی کے مادّے کو نکال دیں تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ ایک بیوہ عورت ایک ناکتخدا عورت سے بہر صورت زیادہ اچھّی ہے۔

جنابِ رسول کریم صلعم کا بیوہ عورت سے شادی کرنا اُنکی بےنفسی کی دلیل ہے۔ اور بی خدیجہؓ کا باوجود عہد آپؐ سے شادی کر لینا محبّت اِسلام کا ثبوت ہے۔ اور مشیت الٰہی کا نتیجہ ہے مُسلمانوں کو کوشش کرکے اپنے سردار محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم از اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی اِس بارہ میں تقلید کرنی چاہیئے۔ تاکہ اُن کی روحیں خوش ہوں اور نہ بلحاظ معاشرت اسلام اور شریعت اسلام کے سچے

ہیں اس نکاح کے متعلق ایک عجیب روایت کا ناقل ہے، جسے ہم بجنسہ ترجمہ کرکے یہاں نقل کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ:-

"خدیجہؓ نے اپنے باپ کی مرضی کے خلاف محمدؐ (صلعم) سے شادی کرنی چاہی تھی۔ اس لئے جس وقت نکاح کی تاریخ آئی تو اُس نے ایک گائے ذبح کی اور اپنے باپ کو کھلائی۔ اور خوب شراب پلائی۔ جب وہ نشہ میں خوب چُور ہو گیا تو اُسی وقت آنحضرتؐ کو بُلا بھیجا۔ خویلد نے نشہ کی حالت میں اپنی بیٹی کا خطبۂ نکاح پڑھ دیا۔ لیکن جب ہوش آیا تو اُس نے چاروں طرف نظر کی اور گائے کا ذبح ہونا۔ کھانے کا پکنا اور برات کا اجتماع، اُس کی سمجھ میں نہ آیا۔ اُس سے بیان کیا گیا کہ محمد (صلعم) تیرے داماد ہیں اور تو نے ابھی اپنی بیٹی ان کی زوجیت میں دے دی ہے یہ سُنتے ہی خدیجہؓ کا باپ مارے غصّہ کے کانپنے لگا اور کہنے لگا کہ میں ہرگز اپنی حسین بیٹی قریش کے ایک غریب لڑکے سے نہ بیاہوں گا۔ بڑے بڑے عربی رئیس اُن کے خواہشمند ہیں۔ اِس بات کو سُن کر آنحضرتؐ کے چچاؤں کو غصّہ آ گیا اور اُنہوں نے نہایت سخت لہجے میں اُسے جواب دیا کہ ہم نے تیری لڑکی کی خواہش نہیں کی تھی بلکہ اُس نے اپنی خواہش خود ہی پیش کی تھی اور اُسی کی تحریک سے یہ شادی ہوئی ہے غرض طرفین سے اسقدر تیزی برتی گئی کہ تلواریں کھچ گئیں مگر یکایک خدیجہؓ کا بوڑھا باپ ٹھنڈا پڑ گیا اور باہم مصالحت ہو گئی"۔

یہ خلاصہ ہے اُس اعتراض کا جو سَر ولیم میور جیسے مؤرخ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے نکاح پر کیا ہے۔ یہ روایت چونکہ ولیم میور کی گڑھی

کیا کریں جبکہ اُن کی سمجھ میں یہ بات ہی نہ آئے کہ حضرت خدیجہؓ کا نکاح ہوا تاریخ نکاح مقرر ہوئی، ابو طالب نے عمرو بن اسد نے اور ورقہ بن نوفل نے خطبے پڑھے اور بیچارے خویلد کا کہیں نام بھی نہ آیا۔ بس اس خیال نے اُسے ایک لغو اور بے سر و پا حکایت تراشنے کا موقعہ دیا۔ اور اُسے جب کوئی داغ اور عیب سیرۃ الکبریٰؓ میں نظر آیا تو اُس نے ایک یہی عیب لگا دیا۔

سچی بات تو یہ ہے کہ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا نکاح ہوا ہے اُس وقت خویلد انتقال کر چکے تھے۔ ورنہ خطبۂ نکاح میں اُن کی شرکت بی خدیجہؓ کے چچا یا چچا زاد بھائی سے زیادہ ضروری سمجھی جاتی، لیکن تھوڑی دیر کے لئے اگر مان لیا جائے کہ خویلد زندہ تھے تو بھی ولیم میور کی تراشی ہوئی حکایت کے پرزے ڈھیلے معلوم ہوتے ہیں۔

عرب میں عورتوں کو نکاح کرنے اور طلاق دینے کا زمانۂ جاہلیت میں میں عام دستور تھا اُن کے لئے ہنوز قانونِ معاشرت کی شیرازہ بندی نہیں ہوئی تھی اُن کی معاشرت کا قاعدہ وہی تھا جو اُن کو پسند ہو اور جس میں اُنہیں آرام ملے۔ اگر یہ بات بھی غلط ہے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی جس زمانہ میں شادی ہوئی ہے وہ ایک خود مختار رئیسہ قوم تھیں۔ خویلد کا تمام کاروبار اُنہوں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا، نوکروں چاکروں کو روپیہ پیسہ اپنے ہاتھ سے دیتی تھیں۔ تجارتی اور خانگی معاملات کا تصفیہ بغیر کسی دوسری رائے کے کرتی تھیں خویلد اگر مر نہیں گئے تھے تو

...زندگی بسر کر چکی تھیں +

دوسری بات یہ ہے کہ بقول ولیم میور اُنہیں شراب پلادی گئی تھی جس کے نشہ میں اُنہوں نے اپنی لڑکی کو محمدؐ الرسول اللہ صلعم کی زوجیت میں دے دیا تھا۔ مگر یہ کیسی شراب تھی جس کا نشہ اُسی وقت اُتر گیا۔ اور ذراسی دیر میں خویلد ہوش میں ہو کر بجلی کی طرح کڑکنے لگے۔ مانا کہ خویلد کو شراب پلادی گئی تھی مگر کیا خویلد کے بھائیوں اُن کے لڑکوں اور شرفائے قریش کو بھی شراب پلادی گئی تھی۔ اگر نہیں تو وہ اپنے بھائی کی مرضی کے خلاف اِس رشتے پر کس طرح راضی ہو گئے۔ تیسری بات یہ ہے کہ خویلد ذراسی دیر میں تو اس قدر گرم ہو گئے اور ذراسی دیر میں بے حد زم ہو گئے اگر اُن کے غصے کا نشیب و فراز یہی تھا جس کا رنگ خدیجہؓ نے اپنی چالیس سالہ زندگی میں ہزاروں مرتبہ دیکھا ہو گا تو ایک گائے اور چند پیالے شراب کا نقصان کرنا یعنی چہ۔ وہ سمجھ لیتیں کہ پہلے ابا کو ذرا غصہ آئے گا تیز ہوں گے اور پھر ٹھنڈے پڑ جائیں گے۔ یا دوسرے لوگ اُنہیں سمجھا بجھا کر راستے پر لے آئینگے۔ مگر بقول شخصے "دروغ گو را حافظہ نہ باشد"، اُنہیں تو ایک جھوٹی روایت گڑھنے اور اپنے تعصب کا رنگ دکھانے سے کام تھا +

آپ اسی بحث میں یہ بھی لکھ گئے ہیں کہ مکہ میں شراب کی دکانیں بے حد تھیں۔ بھلا اِس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ تھیں اور ضرور تھیں اور ممکن ہے کہ خویلد شراب بھی پیتے ہوں مگر یہ کہنا کہ خدیجہؓ کے نکاح کے

وقت خویلد کو شراب پلادی گئی تھی بے اصل ہے ... ابن ہشام ... ابن اسحاق

نکاح ہوا ہے اِسوقت آپؐ کے والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور یہی بات صحیح بھی ہے۔ جو اِن تمام اعتراضات اور بے معنی حکایات کی ایک اٹل تردید ہے +

حضرت خدیجہؓ کی جان نثاری

شادی سے پہلے جناب رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فکر معاش سے سبکدوش نہ تھے مگر شادی ہوتے ہی آپؐ اِس فکر سے فارغ البال ہو گئے حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو اپنے تمام مال و اسباب اور زر و جواہر کا بالکل مُختار بنا دیا اور صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ اب آپؐ کو اختیار ہے جو چاہیں کریں جس کو چاہیں دیں۔ آپؐ میرے اور میرے گھر کے مالک و مُختار ہیں۔ اب کیا تھا اِدھر تو ابو طالب جیسا جان نثار چچا، اُدھر خدیجہؓ جیسی وفادار فدائی بیوی جناب رسول کریم صلعم کو اُس خدمت کے انجام دینے کا نہایت آسان موقع مِل گیا جس کے لئے آپؐ دنیا میں مبعوث ہوئے تھے۔ اور جس کا انتظام آپؐ کی ذات والا صفات سے وابستہ تھا۔ حضرت خدیجہؓ دن رات آپؐ پر پروانے کی طرح نثار رہتی تھیں۔ آپؐ کی اطاعت کو اپنا فرض عین سمجھتی تھیں اور خوش ہو کر فرماتی تھیں ؎

رسید خدمتِ آں شاہِ دلنواز بمن | فتاد سایۂ آں سرو سر فراز بمن
ہمائے قدس کہ بودیم سایہ پرورِ او | ہزار شکر کہ افگند سایہ باز بمن
مرا کہ پایۂ جاہست فوقِ نہ طارم | زخدمتِ تو رسید است اعتراز بمن
مرا ز نازشِ عالم سرِ نیاز نہ ماند | کہ آشنا شدہ اینک نگاہِ ناز بمن

ابن ابو طالب کرم اللہ وجہٗ کو جن کی عمر اُسوقت ۶-۷ برس کی تھی اور وہ بھی ابو طالب ہی کی کفالت میں پرورش پا رہے تھے اپنے پاس بُلا لیا اور اِس طرح ابو طالب بارِ کفالت سے بہت زیادہ سبکدوش ہو گئے +

آپؐ جس کو چاہتے تھے زر و مال دیدیتے تھے اور بی بی خدیجہؓ یہ بھی نہ پوچھتی تھیں کہ آپؐ کیا کر رہے ہیں۔ اُنہیں صرف شوہر کی خوشنودی کا خیال تھا اور ساتھ ہی ساتھ وہ اُسوقت مسعود اور زمانۂ محمود کی منتظر تھیں جبکہ جناب سرورِ کائناتؐ کو نبوّت مِلنے والی تھی۔ وہ حسرتمند تھیں کہ اُن کے مَرنے سے پہلے وہ زمانہ بھی آجائے۔ تاکہ اُس کی برکات سے یہ اپنی تشنۂ جمال آنکھیں منوّر کرسکیں +

نزولِ وحی

اب تو جناب رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کا یہ حال تھا کہ آپؐ اکثر گھر سے باہر رہا کرتے تھے اور مکّہ کے پہاڑوں میں جا جا کر معتکف رہتے تھے آثارِ نبوّت بہت زیادہ نمایاں ہوتے چلے جاتے تھے۔ اور شادی کو قریب قریب دس۱۰ برس کا زمانہ گذر چکا تھا +

آپؐ اکثر بازار کی طرف یا کہیں اور جاتے تو پتھر اور درختوں سے "اُلسلام علیک یا نبیّ اللہ" کی آوازیں نکلتی ہوئی سُنائی دیتی تھیں۔ آپؐ ڈرتے تھے اور گھر پر آ کر بی بی خدیجہؓ سے یہ حال کہتے تھے۔ بی بی خدیجہؓ آپؐ کو تسکین دیتی تھیں اور کہتی تھیں کہ آپؐ تو نہایت ہی رحیم و کریم انسان ہیں بیوہ عورتوں، یتیم بچوں، مسکینوں اور محتاجوں کے ساتھ آپؐ کا حُسنِ اخلاق

آپ گھر سے کئی کئی دن تک غائب رہنے لگے۔ آپؐ کا معمول تھا کہ آپؐ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور وہاں بیٹھ کر خدا کی یاد کرتے۔ کئی کئی دن کا کھانا گھر سے باندھ کر لے جاتے تھے۔ اور جب وہ ہو چکتا تھا تو پھر گھر چلے آتے اور کھانا لے کر پھر چلے جاتے ؎

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب دیکھا کہ آپؐ کئی کئی روز تک غارِ حرا میں تشریف رکھتے ہیں تو آپؓ کو سخت پریشانی ہوئی اور اندیشہ کرنے لگیں کہ کہیں آپؐ کو کسی قسم کی گزند نہ پہونچے اِس لئے کہ اوّل تو غارِ حرا مکۂ معظمہ سے تین کوس پر واقع ہے۔ دوسرے غار کچھ ایسا ناہموار اور خوفناک تھا کہ دیکھے سے آدمی کے ہوش پراگندہ ہو جائیں۔ اُس پر تنہائی آپؓ بہت زیادہ فکرمند رہتی تھیں اور کبھی کبھی حضور اکرمؐ کے ساتھ چلی جاتی تھیں۔ اور دُور سے بیٹھ کر آپؐ کو دیکھا کرتی تھیں۔ اکثر آپؓ غارِ حرا میں حضورؐ کے لئے کھانا لے کر بھی گئی ہیں ؎

کیا شوہر پرستی کا ثبوت اِس سے زیادہ بھی کوئی عورت دیسکتی ہے اگر آج ایک مرد اپنے گھر اور بال بچّوں کو چھوڑ کر جنگلوں یا پہاڑوں میں رہنے سہنے لگے اور تارک الدُنیا ہو کر خدا کی عبادت میں مصروف ہو جائے تو کتنی عورتیں ایسی ہیں جو بحیثیت ایک بیوی کے تین کوس شہر سے باہر اُس کے ساتھ جائیں گی اور اُس کا کھانا اُسی جگہ اکثر پہنچائیں گی۔ آجکل کی عورتیں اگر کوئی ایسا واقعہ اُن کے سامنے درپیش ہو تو خبط سے تعبیر کر کے اپنی قوم اور اپنے خاندان میں اُدھم مچا دینگی اور کھُلے ہوئے الفاظ میں

رہنے سے کام ہے +

مگر مرحبا بی بی خدیجۃ الکبریٰ رض کی محبت پر اور آفرین ہے ملکۂ عرب کی ہمت وجرأت پر کہ باوجود ناز پروردہ ہونے کے اور نعمت و دولت میں بسر کرنے کے اکثر اپنے گھر سے تین تین کوس جاتیں اور پھر واپس آتیں۔ بیشک سچی شوہر پرستی کا نمونہ یہی ہے جو بی بی خدیجۃ الکبریٰ رض نے دکھا دیا +

آجکل تو یہ ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر شوہر اور بیوی میں شکر رنجی ہو جاتی ہے۔ تین کوس چلنا تو درکنار مٹکوں تک جا کر میاں کے لئے پانی بھر لانا بھی دشوار نظر آتا ہے۔ آسان آسان کام بھی مشکل معلوم ہوتے ہیں۔ ذرا سی تکلیف ہوتی ہے تو گھر کا دکھڑا غیر عورتوں میں رویا جاتا ہے۔ کیا بی بی خدیجہ رض ایسا نہیں کر سکتی تھیں وہ مالدار تھیں، تجربہ کار تھیں، اگر جناب رسول کریم صلعم آثار نبوت سے مجبور تھے تو ان پر کیا مصیبت تھی کہ وہ اتنی دور تک جاتیں اور پھر آتیں۔ اپنے نوکروں چاکروں کو حضرت کی خبرگیری کے لئے مامور کریں اپنا عیش آرام چھوڑیں۔ آرام سے اپنے گھر بیٹھی رہتیں۔ مگر نہیں وہ سچی شوہر پرست تھیں اور انہیں دکھانا تھا کہ دنیا کے تمام آرام حاصل ہونے کے بعد بھی شوہر کی مدد مشکل سے مشکل زمانوں میں کس طرح کی جاتی ہے +

القصہ بقول بعض ۸ ربیع الاول کو اور بقول صحیح ۷ رمضان المبارک کو جبکہ آپ کا سن شریف اکتالیس برس کا تھا آپ پر وحی نازل ہوئی۔ آپ اپنی عادت مستمرہ کے موافق غار حرا میں معتکف تھے کہ یکایک جبرئیل ع بحکم رب جلیل کوہ حرا پر نازل ہوئے، آپ کے پاس آئے اور کہا "قم یا محمد"، آپ نے

... حضرت جبریل ... پڑھیے

آپؐ نے فرمایا کہ اے بندۂ خدا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں کیا پڑھوں۔ دوسری مرتبہ پھر کہا "پڑھیے" آپؐ نے پھر وہی جواب دیا تو جبرئیل علیہ السلام نے آپؐ کو گلے سے لگا کر بہت زیادہ دبایا جس سے آپؐ کو بہت سخت تکلیف ہوئی۔ تیسری مرتبہ پھر کہا "اقراء" حضرت رسالت پناہی نے پھر وہی جواب دیا کہ بھائی میں تو اُمّی ہوں کیا پڑھوں۔ آخر چوتھی مرتبہ جبرئیلؑ نے کہا اقراء باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقراء وربک الاکرم الذی علم الانسان مالم یعلم مجبور ہو کر حضرت یہی پڑھنے لگے۔

بعد ازاں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو وہاں ایک چشمہ آبِ مصفا کا جاری ہو گیا اُس پانی سے پہلے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وضو کیا پھر وضو کرنے کا طریقہ آپؐ کو سکھایا اور نماز پڑھا کر چلے گئے +

اِس عجیب و غریب واقعہ سے آپؐ کو ایک دہشت ناک تکلیف ہوئی۔ اور آپؐ نے چاہا کہ پہاڑ پر چڑھ کر نیچے گر پڑوں۔ آپؐ اِس ارادہ سے پہاڑ پر چڑھ گئے کہ فوراً حضرت جبرئیل علیہ السلام نمودار ہوئے اور کہا یا محمد انک لرسول اللہ حقا وانا الروح المنزل علی جمیع الانبیاء والمرسلین یعنی اے محمدؐ تم اللہ کے سچے رسُول ہو اور میں روح امین ہوں۔ اور تمام انبیا اور مُرسلین پر نازل ہوتا رہا ہوں۔ پس آپؐ اپنے ارادہ سے باز آئے۔ اب آپؐ کو ہر طرف جبرئیل علیہ السلام کی صورت نظر آنے لگی اور آپؐ ششدر و حیران کھڑے کے کھڑے رہ گئے +

آج چونکہ خلاف عادت آپؐ کو غار حرا میں نہ دیکھا اِس لئے خدیجہؓ

ساتھ گھر پر لائے۔ بی بی خدیجہ رضؓ نے فوراً دروازہ کھولا۔ دنگ ہو کر آپؐ کی صورت کو دیکھنے لگیں۔ آپؐ نے فرمایا "زملونی زملونی" یعنی اے خدیجہ رضؓ مجھے کمبل اُڑھا دو۔ فوراً کمبل اُڑھا دیا گیا۔ بی بی خدیجہ رضؓ آپؐ سے دریافت کرنے لگیں کہ حضورؐ کہاں تھے میں نے کئی آدمیوں کو آپؐ کی تلاش میں بھیج رکھا تھا۔ آپؐ نے اپنی بیوی کو راز دار سمجھ کر تمام واقعہ جو گذرا تھا بیان کر دیا۔ اور پھر فرمایا "انی اخاف ان اکون کاھنا"۔ بی بی خدیجہ رضؓ نے یہ سُن کر کہا معاذ اللہ خدائے تعالےٰ آپؐ کے ساتھ خیر و خوبی کے سوا کوئی بات نہیں کرے گا۔ آپؐ کے روئے مُبارک پر نور چمک رہا ہے جو اس سے پہلے کبھی نظر نہ آیا تھا۔ اور آپؐ کے جسم سے ایسی خوشبو آرہی ہے کہ اِس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سونگھی۔ آپؐ باطمینان یہاں تشریف رکھیں اور اب جو جبرئیلؑ امین نازل ہوں تو اُس کی اِطلاع مجھے ضرور کر دیں۔

آپؐ نے خاتونِ اعظم کی اِس درخواست کو منظور فرما لیا۔ تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام آپؐ پر ظاہر ہوئے۔ آپؐ نے بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کو اِطلاع دیدی، خاتونِ اعظم نے حضرت رسالتمآبؐ کو اپنی بائیں جانب بٹھا کر پوچھا کہ آیا اب بھی جبرئیل علیہ السّلام آپؐ کو نظر آتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ پھر آپؐ نے سیدھے زانو کی طرف بٹھایا اور پوچھا اب آپؐ نے فرمایا اب بھی میں اُن کو دیکھتا ہوں۔ پھر بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے اپنی چادر آپؐ کو اُڑھا دی اور صرف سر مُبارک کھول دیا اور پوچھا کہ اب فرمایئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اب نظر نہیں آتے۔ بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے

جو حضورِ خدا میں گرامی و مقدّس ہے +

حضورِ انورؐ نے اپنی بیوی کو اپنا راز دار سمجھ کر ایک ایسی بات اُن سے کہہ دی کہ جس کا کہنا دوسرے سے ناممکن تھا۔ اور آپؐ کی بیوی نے اُسے سُنکر اِس طرح آپؐ کو اطمینان دلا دیا۔ کہ دوسرے کو دلانا محال تھا۔ اگر دوسری بی بی ہوتی تو اپنے شوہر کے اِس خیال کو وہم تصور کر کے منتی اور کاہنوں کے پاس جا کر رفعِ آثار کی کوشش کرتی مگر جو عورتیں عقلمند ہوتی ہیں۔ وہ اپنے شوہر کی ہر حال میں معاون و مددگار ہو کر اُس کی تکالیف کو رفع کرنے کی خود ہی کوشش کرتی ہیں۔ اور ہر طرح اطمینان دلا کر اپنے شوہر کو خطراتِ نفس سے پاک کر دیتی ہیں +

اِس طرزِ عمل سے بھی واضح ہوتا ہے۔ کہ عورت اگر سمجھ دار ہو، اور اُس کی جان نثاری مشتبہ نہ ہو تو شوہر کو ہر اہم سے اہم راز اُسکے سامنے کہہ دینا چاہئے۔ موجودہ زمانے کی تعلیم نے شوہروں کی نگاہوں میں عورتوں کو بالکل بے اعتبار کر دیا ہے۔ وہ معمولی سے معمولی راز بھی اپنی عورتوں سے چھپاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ عورت کی عقل کچّی ہوتی ہے۔ اِس سے دل کا بھید کبھی نہ کہنا چاہئے۔ مگر یہ اُن کا صرف خیال ہی خیال ہے اگر عورت سمجھ دار، دُور اندیش، اور معاملہ فہم ہے تو وہ مرد کو ہر معاملہ میں ایک اچھی رائے دے سکتی ہے۔ عورت کا دماغ فطرتاً نازک ہوتا ہے۔ اسلئے اُس کے ذہن میں جتنی تدبیریں اور تجویزیں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ سب کی سب لطیف اور پاکیزہ ہوتی ہیں۔ اور اُلجھی ہوئی نہیں ہوتیں۔ ایک مشکل

مغرب کے فلاسفروں نے عورت کی خوش خیالی اور عقلمندی کا اعتراف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عورت مرد کی اسسٹنٹ ہے۔ وہ مرد کی زندگی کو اتنا خوشگوار بنا سکتی ہے کہ کوئی مرد نہیں بنا سکتا۔ وہ صرف اعتراف ہی نہیں کرتے بلکہ اپنی عورتوں سے وہ کام لیتے ہیں۔ جو ہمارے یہاں مردوں کے ہاتھوں سے انجام نہیں پا سکتے۔ اِسی طرح اسلام نے عورت کو بڑا درجہ دیا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں عورت کی کچھ قدر و قیمت نہ تھی۔ وہ لونڈیوں کی طرح ذلیل و خوار سمجھی جاتی تھی۔ اور اُسے مردوں نے صرف ذریعۂ تولید سمجھ رکھا تھا۔ مگر جب اسلام سطح عالم پر پھیلا تو اُس نے عورتوں کے حقوق مقرر کرنے میں پوری جد و جہد کی، اُس نے عقل و فراست دانائی و ذکاوت علم و فضل اور حصول کمالات میں عورت کو مردوں سے مساوی درجہ عطا کیا۔ اُس نے غلامی اور کنیزی کے طوق عورتوں کے گلے سے اُتار لئے۔ اور عورتوں کو شوہروں کا دستِ راست بنا دیا+

اِسی اسلامی تعلیم کا ایک ادنےٰ سا نمونہ حضور انور صلعم کا یہ طرزِ عمل تھا جو آپؐ نے بی خدیجہؓ کے ساتھ روا رکھا اور وہ تمام واقعات جو غار حرا میں آپؐ پر گذرے تھے۔ لفظاً لفظاً کہہ دیئے۔ اور اسی اعتبار کا یہ نتیجہ تھا۔ کہ بی خدیجہؓ نے آپؐ کی ایک ایسے مشکل وقت میں جبکہ آپؐ کے دماغ پر وساوس جنون کے خطرات مستولی تھے۔ ہر طرح دلجوئی کی اور آپؐ کے دل کو مرکز استقلال سے نہ سرکنے دیا+

اِسوقت جو دلسوزی بی خدیجہؓ نے کی وہ کسی مرد سے ہونی دشوار

بی بی پر پورا بھروسہ کیا اور الحمد للہ کہ آپ بھروسہ کرنے کے بعد پشیمان نہ ہوئے +

یہ واقعہ اِس بات کی ایک کُھلی ہوئی تعلیم ہے کہ اگر ہماری بیبیاں سمجھ دار ہیں۔ اگر وہ ہم پر اپنی جان چھڑکنے کو تیار ہیں۔ تو ہمیں اُن کا اعتبار ضرور کرنا چاہیئے۔ اور اہم سے اہم معاملات میں اُن کی رائے لینے کو نامناسب نہ سمجھنا چاہیئے۔ کیا ضرورت ہے کہ ہم ایک سچّی محبّت والی بی بی سے خواہ مخواہ بدگمان ہو جائیں اور اُسے اپنا رازدار نہ بنا کر اپنے معاملات میں شریک کریں ہاں اگر کسی عورت کا اعتبار مشتبہ ہو اگر وہ امتحانِ وفا میں ناکام ہو چکی ہو تو اس صورت میں اُسے ہمراز بنانا یا اُس پر اعتبار کرنا ضرور ایک فعل عبث ہے۔ اور یہ بالکل درست ہے کہ سب عورتیں ایک سی نہیں ہوتیں۔ اور فطرتاً طبائع جُداگانہ ہوتی ہیں۔ جب یہ مانی ہوئی بات ہے تو ہمیں اپنی رفیق زندگی بننے والی عورت ایسی تلاش کرنی چاہیئے۔ جس میں رفاقت و رازداری کے جوہر موجود ہوں۔ جو جاہل اور نادان نہ ہو۔ اور جس کی فطرت میں غیر مستقل بے چینی اور تلوّن مزاجی کو دخل نہ ہو +

آجکل جبکہ تمدّن و تہذیب کی روشنی اور تعلیم و تدریس کے انوار ملک پر ہر طرف سے چمک رہے ہیں۔ ایسی سمجھ دار عورتوں کی کمی نہیں ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ بیوی بنی بنائی نہیں آتی۔ بلکہ بنائی جاتی ہے۔ ہر عورت کو اپنا ہم خیال بنانے کی سخت ضرورت ہے اگر بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالے عنہا جناب رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عادات

حمایت اور دلسوزی سے مخمور نہ ہو جائیں۔ بلکہ یہ واقعات سخت تکلیف دہ ثابت ہوتے اور بی خدیجہؓ کی تکلیف کے احساس سے بہت ممکن تھا۔ کہ جناب رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کی مشکلات میں بھی کچھ اضافہ ہو جاتا۔ بی خدیجۃ الکبُرے رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کے ساتھ صرف یہی اطمینان آمیز برتاؤ نہیں کیا۔ بلکہ آپ کے شکوک وخطرات کو یقین کا جامہ پہنانے کے لئے آپ نے بے حد جد وجہد فرمائی جس کا ذکر آگے آئے گا۔

ہمارا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ مُسلمان عورتوں اور مردوں کو اپنے رسُولؐ اور زوجۂ رسول علیہم السلام کی تقلید شاہراہ معاشرت میں ضرور کرنی چاہئے۔

تائیدِ نبوّت اور حضرت خدیجۃ الکبُریٰ

بی خدیجۃ الکبُرے رضی اللہ تعالےٰ عنہا جناب سرورِ کائناتؐ کو تو ہر طرح کا اطمینان دلا چکی تھیں۔ اور جو خیالات وخطرات آپؐ کے دل میں آ رہے تھے۔ اُنہیں مٹا چکی تھیں۔ لیکن اپنے مزید اطمینان کے لئے وہ حضورؐ سے اجازت لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس پہونچیں۔ ورقہ پہلے بُت پرست تھا۔ اور اہل قریش سے ملا ہُوا تھا۔ لیکن اب ایک مدّت سے وہ نصرانی ہو گیا تھا۔ اِس نے گذشتہ الہامی کتابوں میں بہت کچھ درک حاصل کر لیا تھا۔ اور اہل مکّہ کی نگاہوں میں اِس کے عِلم وفضل کا کافی سے زیادہ احترام واعتبار تھا۔

بی خدیجہؓ اُن کے پاس گئیں اور پوچھا کہ اے میرے چچا کے بیٹے

... جبرئیل کو ... ہوگا۔ اور خداوند تعالیٰ اس کو غنی کردے گا۔ ورقہ نے جواب دیا۔ کہ ہاں اے خدیجہؓ ایسی پیشین گوئی کُتب سماوی میں موجود ہے۔ ایسا نبیؐ ضرور پیدا ہوگا۔ اور منجملہ دیگر صفات کے اُس میں ایک صفت یہ بھی ہوگی کہ مثل عیسےٰ علیہ السّلام کے پانی پر چلے گا۔ مُردے اُس سے باتیں کرینگے، پتھر اُسے سلام کرینگے۔ اور درخت اُس کی نبوت کی گواہی دینگے۔ اب اُس نبیؐ کے ظہور کا وقت بھی آگیا ہے۔ کیوں آخر اِس سے تمہارا مقصد کیا ہے؟

بی خدیجہؓ نے کہا کہ میرے شوہر محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلّم ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب غار حرا میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک اُن پر جبرئیلؑ امین نازل ہوئے وہ ڈر گئے اور خدا نے اُن پر وحی بھیجی +

ورقہ یہ سُن کر "قدوس قدوس" چلّانے لگا۔ اور کہا کہ تم اگر ممکن ہو تو محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلّم) کو فوراً میرے پاس لے آؤ۔ بی خدیجہؓ گئیں۔ اور آپؐ کو بہ اصرار تمام اپنے ساتھ ورقہ بن نوفل کے پاس لائیں۔ اُس نے آپؐ کی زبان سے غار حرا کی تمام کیفیت سُنی اور کہنے لگا کہ محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلّم۔ قسم ہے خدا کی تم اِس اُمّت کے نبیؐ ہو۔ اور جو غار میں تمہارے پاس آیا تھا۔ وہ خدا کا فرشتہ جبرئیلؑ ہے۔ آپؐ کے قدوم کی حضرتِ عیسےٰ علیہ السّلام نے بشارت دی ہے اور فرمایا ہے کہ میرے بعد ایک پیغمبر آئے گا۔ جس کا نام احمدؐ ہوگا۔ اِس کے بعد حضرت کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور عرض کیا کہ آپؐ عنقریب بُت پرستی کے مٹانے پر مامور ہوں گے۔ کاش میں اُس زمانہ تک زندہ رہتا کہ جب آپؐ کی قوم آپؐ کو وطن سے بے وطن کرے گی۔ تو اُس وقت میں ...

ورقہ کی اِس گفتگو سے حضور اکرمؐ کو اطمینان ہوگیا۔ آپ کی حیرت بشارت سے مبدل ہوگئی۔ اور بی خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے ساتھ واپس اپنے گھر تشریف لے آئے +

بی خدیجہؓ کو تو اس بارہ میں جناب سرورِ کائناتؐ کو پورا اطمینان دلانا مقصود تھا۔ وہ تو خواہشمند تھیں۔ کہ جن باتوں کے نشانات وہ کاہنہ عورتوں اور کاہن مردوں سے سُنتی چلی آئی ہیں۔ اُن نشانات کا پتہ آپ ہی میں ملے اُن کی عقد کے لئے بے چینی اور مناکحت کے لئے بے تابی صرف اِسی وجہ سے تھی۔ کہ وہ انوار نبوّت سے فیضیاب ہوں اب جو اس قسم کے آثار اُنہیں اپنے شوہر میں نظر آنے لگے تو بہت خوش ہوئیں۔ اور اپنے شوہر کے اطمینان کامل کے لئے کوششوں پر کوششیں کرنے لگیں +

اِس قسم کے اطمینان کے لئے صرف دو ہی ذریعے تھے۔ یا تو کاہن عربی اور یا نصرانی راہب، اِس لئے کہ اُس زمانہ میں اُنہیں پر اعتبار کیا جاتا تھا۔ اور یہی لوگ کتب سماوی میں کافی علم و کمال بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ بی خدیجہؓ اپنے چچازاد بھائی ورقہ کے پاس سے گھر آئیں۔ تو اس وسوسہ شیطانی نے اُن کے دل میں گنجائش پیدا کی کہ ورقہ میرا رشتے کا بھائی ہے ایسا نہ ہو کہ اُس نے مجھے پریشان اور میرے شوہر کو حیران دیکھ کر میری تسلی کر دی ہو۔ اور خواہ مخواہ ایسی باتیں کہہ دی ہوں۔ یہ سُن کر وہ سیدھی عداس کے پاس پہونچیں۔ یہ شخص نینوا کا رہنے والا ایک زبردست راہب تھا۔ اور اِس درجہ مُعمّر تھا۔ کہ بڑھاپے کی وجہ سے بھنویں آنکھوں پر گر پڑی تھیں۔ بی خدیجہؓ کو دیکھتے ہی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا اور پوچھنے لگا۔ کہ اے ملکۂ عرب آپنے

پاس جبرئیل علیہ السّلام کی بھی کچھ خبر ہے۔ اور آسمانی کتابوں میں کچھ اُن کا حال لکھا ہُوا ہے یا نہیں۔ یہاں مکّے میں تو یہ لفظ غیر مسموع ہے۔ بلکہ مکّے میں کیا سارے جزیرۂ عرب میں غالباً اِس نام کو کوئی نہیں جانتا۔

عداس نے اپنی جھکی ہوئی سفید بھنویں بڑی جلدی جلدی ایک حیرت اور وقار کے ساتھ ہلائیں۔ اُس کی آدھ کھلی آنکھیں عظمتِ خیال کا ثبوت دینے لگیں۔ وہ ہاتھ باندھ کے کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا "قدوس قدوس"، اِس سرزمین میں جہاں کے باشندے مشرک اور بُت پرست ہیں۔ جبرئیلؑ کا کیا ذکر؟

بی خدیجہؓ بولیں کہ اے عداس جو کچھ میں پوچھتی ہوں اُس کا جواب دو۔ عداس نے کہا کہ اے شریفۂ حجاز جبرئیل علیہ السّلام خدا کا ایک مقدس اور امین فرشتہ ہے۔ جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے پاس خدا کی طرف سے پیغام لے کر آیا کرتا تھا۔ اگر وہ ناموسِ اکبر اِس شہر میں نازل ہونے لگے تو خیر و برکت کی افراط ہو جائے۔ اور قحط کے وبال سے ملک حجاز رہائی پائے۔ لیکن ملکہ کچھ کہو تو سہی تم نے مجھ سے یہ بات کیوں دریافت کی۔

آپؓ نے پہلے عداس کو رازداری کی قسم دی اُس کے بعد سارا قِصّہ آپؐ کے غار حرا میں جانے کا جبرئیل علیہ السّلام کے آنے کا، پڑھانے کا، اور پھر غائب ہو جانے کا عداس کے سامنے بیان کیا۔ عداس نے کہا کہ اکثر شیطان بھی آدمی کے پاس آ کر اُسے عجیب و غریب طلسم دکھایا کرتا ہے۔ اور واقعات نادرہ اُس کی آنکھوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ ممکن ہے۔

[illegible] اور انہیں [illegible] اگر وہ جنون یا آسیب زدہ ہیں۔ تو انہیں آرام ہو جائے گا۔ اور نبیؐ ہیں تو اس سے اُنہیں کوئی نقصان نہ پہونچے گا۔

بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا عداس کا وہ خط لے کر گھر آئیں۔ تو کیا سُنتی ہیں کہ جبرئیل علیہ السّلام بہ آواز بلند حضور سرور کائنات علیہ السّلام والصلوٰۃ کو یہ آئتیں پڑھا رہے ہیں۔ نٓ۔ وَالقلم وما یسطرون ما انت بنعمۃ ربّک بمجنون و ان لک لاجرا غیر ممنون و انک لعلٰی خلق عظیم فستبصر و یبصرون بایّکم المفتون۔ بی بی خدیجہؓ نے جب ان آیات بیّنات کو اپنے کانوں سے سُنا تو بہت خوش ہوئیں۔ اور جناب رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلّم سے کہنے لگیں کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ذرا میرے ساتھ عداس کے پاس چلیے چلیئے آپؐ اُٹھ بیٹھے اور اُمّ المومنینؓ کے ہمراہ عداس کے پاس پہونچے اُس نے آپکی پُشت سے کپڑا اُٹھایا اور مُہر نبوّت کو آفتاب نصف النہار کی طرح رخشاں و تاباں دیکھ کر سجدہ میں گر پڑا۔ اور کہنے لگا۔ کہ قسم ہے خدا کی اے محمدؐ تم وہ ہی نبیؐ ہو جس کی بشارت عیسےٰؑ و موسیٰؑ نے انجیل و توریت میں دی ہے پھر عداس نے دریافت کیا کہ یا نبیؐ اللہ آپؐ کو خدا کی طرف سے کسی چیز کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا "نہیں"، عداس بولا کہ عنقریب آپؐ خلائق کی اصلاح و تبلیغ کے لئے مامور کئے جائیں گے اور لوگ آپؐ کی تکذیب کریں گے۔ اگر میں زمانۂ دعوت تک زندہ رہا تو خدا کی قسم آپؐ کے مخالفوں سے ضرور لڑوں گا۔

یہ سُنکر دونوں اپنے گھر چلے آئے۔ اِس کے بعد بھی خدیجہؓ اکثر کاہنہ عورتوں سے آثار نبوّت کی تائید کراتی رہیں۔ اور جناب رسُول کریمؐ کو بالکل یقین

ہی کی ذات والا صفات پر منحصر ہوتی ہے۔ اور آپ خدا کے برگزیدہ نبی اور

رسول ہیں +

آپ نے دیکھا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تائید نبوت ورسالت کے لئے کیسی کیسی کوششیں فرمائیں۔ اور آپ کی خاطر کہاں کہاں پھریں۔ تمام مؤرخ اس بات پر متفق ہیں کہ بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالے عنہا حضور انور کی کامیابی کا ایک ذریعہ قوی اور زبردست بازو تھیں +

ہماری عورتوں کو بھی اپنے شوہروں کی اعانت وحمایت اسی ہمدردی اور ایسی ہی دلسوزی کے ساتھ کرنی چاہیئے۔ ہر مشکل سے مشکل اور اہم سے اہم معاملہ میں اپنے شوہروں کا ساتھ دینا چاہیئے۔ جب بی بی رفیق زندگی ہے۔ تو زندگی بھر اپنے شوہر کی رفاقت اُس پر فرض ہے۔ اور اِس کا ثبوت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جیسا کچھ دیا وہ اظہر من الشمس ہے۔ جب کبھی کسی قسم کی گھبراہٹ اور بے اطمینانی آپ کو ہوتی تو حضرت خدیجہ رض ہی تسکین دیتیں۔ خدیجہ رض ایسی مستقل مزاج اور راسخ الاعتقاد عورت تھیں۔ کہ جن امور میں حضرت سرورِ کائنات جیسے اولوالعزم رسول کے پائے ڈگمگا جاتے تھے۔ وہ اُن میں ثابت قدم اور مستقل مزاج رہتی تھیں۔ اور آپ کی ٹوٹی ہوئی ہمت بندھایا کرتی تھیں۔ یوں سمجھنا چاہیئے کہ خدا نے آغاز نبوت کے امور کی انجام دہی کے لئے حضرت خدیجہ رض کو پیدا کیا تھا۔ اور وہ اُسوقت حضور انور کے نکاح میں آئی تھیں۔ جبکہ زمانہ کے نشیب وفراز سے کماحقہ واقف ہو چکی تھیں۔ نیک وبد حق وباطل کی اُنہیں تمیز تھی۔ اور عرب اور اہل عرب کے اعتقادات ورسومات کا اُنہیں کافی سے زیادہ

نہیں اِسقدر رُوشن نہ کرسکتی۔ اور تو آپؐ رسول ضرور ہوتے مگر آپکی مشکلات میں اضافہ بھی ضرور ہوجاتا۔ اِس سے ظاہر ہُوا کہ ایک بیوہ عورت اپنے شوہر کی مشکلات میں جس طرح معاون ہوسکتی ہے۔ ایک نئی اور ناتجربہ کار عورت ہرگز نہیں ہوسکتی÷

ابتدائے دعوت

چونکہ اب تک خدائے عزوجل کی طرف سے کوئی حکم دعوتِ اسلام کے لئے آپؐ کے پاس نہیں پہونچا تھا۔ اِس لئے آپؐ کا زیادہ وقت خوفِ خدا اور اجتہاد نفس میں گذرا کرتا تھا۔ جب کوئی وحی نازل ہوچکتی تو آپؐ کمبل اوڑھ کر لیٹ جاتے اور اُس کا اثر دیر تک قائم رہتا۔ اِسی طرح آپؐ ایکروز کمبل اوڑھے ہوئے بی خدیجہؓ کے محل خانہ میں آرام فرمارہے تھے۔ کہ یکایک حضرت جبرائیل علیہ السّلام نمودار ہوئے۔ اور یہ وحی لائے کہ یا ایہاالمدثر قم فانذر و ربک فکبر یعنی اے کمبل اوڑھنے والے اُٹھ اور اپنی قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرا۔ اور اپنے پروردگار کی بڑائیاں بیان کر، اپنے کپڑوں کو پاک رکھ، ناپاکی کو ترک کر، زیادتی کی خواہش میں احسان نہ کر اور اپنے پروردگار کے لئے صبر کو کام میں لا الخ۔ جب یہ آیت شریف نازل ہوئی تو آپؐ گھبرا کر اُٹھ بیٹھے۔ کمبل کو ایک طرف پھینک دیا۔ اور ایک اولوالعزم پیغمبر کی نگاہ ملکۂ عرب کے محل خانہ کو بہ نظر تجسّس دیکھنے لگی÷

سب سے پہلے کون مُسلمان ہُوا

کسی کام کو نہیں تھیں۔ یکایک آئیں اور دیکھا کہ حضور سرورِ کائنات نہایت بے صبری سے کچھ تلاش کر رہے ہیں۔ پوچھا کہ حضورؐ کس فکر میں ہیں۔ کیا کسی چیز کی ضرورت ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں، مجھ پر ابھی یہ وحی آئی ہے۔ (وحی کے الفاظ پڑھ کر سنائے) اور اب میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ سب سے پہلے میری دعوت پر کون متوجہ ہوتا ہے۔ اور کون سلسلۂ اسلام میں داخل ہو کر سب سے پہلے تقدیم اسلام کا ثبوت دیتا ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا بڑی عزّت کی نگاہ سے اپنے واجب الاحترام شوہرؐ کی نورانی صورت کو دیکھ رہی تھیں، حقیقت کے کانوں سے داعیٔ اسلامؐ کا ہر لفظِ دعوت سُن رہی تھیں۔ کہ اُنہیں ایک پھُرپری سی آئی۔ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبانے لگے۔ دل میں ایک کیفیت پیدا ہوئی۔ اور وہ دوڑ کر حضور انورؐ کے قدموں پر گر پڑیں۔ اور عرض کرنے لگیں۔

"یا رسول اللہؐ میں آپ کی نبوّت و رسالت کی سب سے پہلے گواہی" دیتی ہوں۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد انّ محمدؐ الرسول اللہ، جناب رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بی بی خدیجہؓ کا سر اپنے قدموں سے اُٹھایا گلے سے لگایا اور اُنہیں دعائے خیر دے کر دعوتِ اسلام کے لئے باہر تشریف لے گئے۔

یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ اصلاح پہلے اپنے گھر سے شروع ہوتی ہے۔ اس لئے دعوتِ اسلام اور قبول اسلام کی ابتدا بھی گھر ہی سے ہوئی بیوی سے زیادہ شوہر کے راز کوئی نہیں جان سکتا۔ بیوی اپنے شوہر کے

حاصل ہوتا ہے۔ شوہر کے جذبات، پرہیزگاری و گنہگاری کا علم اور کامی

اور ذہنی قابلیت وسعت وکمی غرضکہ ہر بات بیوی کے سامنے آئینہ ہوتی ہے۔ اگر بی خدیجۃ الکبرٰے رضی اللہ تعالےٰ عنہا سب سے پہلے آپؐ پر ایمان نہ لاتیں تو سمجھا جاتا کہ آپؐ میں کوئی نقص ضرور ہے۔ جس کا علم گو عام طور پر نہیں ہے۔ مگر بیوی اُس سے ضرور واقف ہے۔ اسی وجہ سے وہ ایمان لانے میں پس وپیش کر رہی ہے۔ مگر ایسا نہیں ہُوا اور سب سے پہلے بی خدیجہؓ کا سرِ نیاز جُھک گیا؛

اگر یہ کہا جائے کہ بی خدیجہؓ کو آپؐ سے محبت بہت زیادہ تھی۔ اسوجہ سے بلا چون وچرا آپؓ نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اور دعوتِ اسلام قبول کر لی تو یہ بالکل غلط بات ہے۔ بی خدیجہؓ نہایت سمجھدار عورت تھیں، امارت وثروت کی برکات نے اُنہیں خوشامد سے بھی محفوظ رکھا تھا۔ آپؓ شوہر پرست ضرور تھیں۔ مگر نہ ایسی کہ شوہر کی ہر جھوٹی سچی بات مان لیتیں۔ آپؓ میں تحقیق وتلاش کا مادہ فطرتاً ودیعت کیا گیا تھا۔ ورنہ اگر بے سمجھے سوچے اُنہیں ایمان لے آنا مقصود ہوتا۔ تو پھر ورقہ یا عداس کے پاس جانے اور نصرانیوں یا کاہنوں سے تحقیق حال کرنے کی تکلیف ہی آپؓ کیوں اُٹھاتیں۔ اِن واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے محض محبت شوہری سے مجبور ہو کر ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اچھی طرح اپنا اطمینان کر لینے کے بعد اور شوہر کے بھید دل سے واقف ہو چکنے کے بعد آپؓ نے اسلام قبول کیا؛

خاندانِ قریش میں آپؓ سے زیادہ کوئی متموّل نہ تھا۔ پھر کیا ضرورت

نفس پرستی سے آزاد نظر آتا۔ اور آپؓ صبر لئے بیٹھی رہتیں۔ اس کے بعد رسالت و نبوت کا آغاز ہوتا، ایک عجیب و غریب اُلجھن طبیعت میں پیچیدگی پیدا کرتی اور آپؓ پھر بھی اُسی کا ساتھ دیتیں، بی خدیجۃ الکبریٰؓ انتہا درجہ کی روشن ضمیر اور معاملات کی تہ کو پہنچ جانے والی عورت تھیں۔ اور یہ اوصاف اُن میں اس لئے اور بھی پیدا ہو گئے تھے۔ کہ وہ لاکھوں روپیہ کی تجارت کر چکی تھیں۔ اگر وہ بودے اور کمزور دل کی عورت ہوتیں تو اُنکے تجارت میں فروغ ہونا بہت مشکل تھا۔ اِسی معاملہ فہمی اور روشن ضمیری کا یہ نتیجہ تھا۔ کہ آپؓ نے داعئ اِسلام کے سامنے سر تسلیم جھکا دیا۔

اگر غلبۂ محبت قبول اسلام کا ذریعہ سمجھا جائے۔ تو پھر یہ تحقیق و تلاش کس مد میں کھپائی جائے گی۔ محبت میں تحقیق کیسی۔ جسے جس سے محبت ہوتی ہے۔ آنکھیں بند کر کے اُس کی پیروی و تقلید کرنے لگتا ہے۔ علی الخصوص عورتوں کی محبت، جس کے کارنامے عرب و عراق کے لٹریچر میں بھرے پڑے ہیں۔ کہ عورتوں نے محض محبت و عشق کی وجہ سے اپنے گھروں اور خاندانوں کو برباد کر دیا۔ پھر اگر بی خدیجۃ الکبریٰؓ کو آپؐ سے محبت تھی۔ تو اُنہیں آپؐ کی ہر بات کو بغیر تحقیق تسلیم کر لینا ضروری تھا۔ مگر ایسا نہیں ہُوا۔ اور آپؓ نے اگر اِسلام قبول کیا تو بڑے غور اور فکر کامل کے بعد کیا۔ اور بمصداق الفضل للمتقدمین مُسلمانوں کی فہرست میں سب سے پہلے اپنا نام لکھوا لیا۔ اِس لحاظ سے کہ مُسلمان عورتوں میں سب سے پہلی مُسلمان آپ ہوئیں آپؓ کا تقدس اور آپ کی عزت نظر رشک سے دیکھے جانے کے قابل ہے۔ اور "اُم المومنین" کا قابل رشک خطاب آپ پر بالکل پھب جاتا ہے۔ اور

کر دیا ہے۔ اور آپ سب سے افضل مانی جاتی ہیں +

مشکلاتِ تبلیغ میں حضرت خدیجہؓ کی اعانت

آپ مسلمان ہوئیں تو متعلقین سرورِ کائنات میں بھی اِسلام کا جوش پیدا ہُوا۔ بس پھر کیا تھا۔ مردوں میں سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہ، پھر زید بن حارثؓ، اور حضرت ابو بکر صدیقؓ مُسلمان ہوئے۔ اِن کے بعد حضرت عثمانؓ بن عفان۔ زبیرؓ بن العوام، طلحہؓ بن عبد اللہ، سعد بن ابی وقاص، اور عبد الرحمٰنؓ بن عوف نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا +

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مُسلمان ہونے سے سرداران وعلمائے قریش میں ایک دھوم مچ گئی۔ اور اِدھر سے اُدھر تک ایک قسم کی سنسناہٹ پیدا ہو گئی۔ لوگ خیال کرنے لگے۔ کہ جب ابو بکرؓ جیسا سردار قریش اپنی خوشی سے بغیر جبر مُسلمان ہو گیا تو اِسلام میں ضرور کوئی بات ہے۔ اصول اسلام پر غور کرنا چاہیئے۔ اور جانچنا چاہیئے کہ لوگوں کا رجحان اِس کی طرف کیوں بڑھتا جاتا ہے۔ سب سے پہلے اِس بارہ میں غور و خوض کرنے والے ابو عبیدہؓ جراح، ابو مسلمہؓ مخزومی، عثمان بن مطعون، اور ارقمؓ بن الارقم تھے۔ جنہوں نے اِسلام اور اصول اسلام پر غور کیا اور غور کرنے کے بعد یہ بھی مُسلمان ہو گئے۔ اور اِن کے بعد سینکڑوں شرفائے عرب حلقہ بگوش اسلام نظر آنے لگے +

بی خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو بے حد مسرّت تھی، جب وہ پہلے پہل ایمان لائی تھیں۔ تو اُن کے اعزاؤ اقارب اُنہیں بے طرح طعن و تشنیع دیتے

ایک استحکام محسوس ہُوا۔ وہ فخر کرتی تھیں۔ اور بجا فخر کرتی تھیں۔ کہ جس مذہب الٰہی کی طرف اُنہوں نے سب سے پہلے اپنے دل کو رجوع کیا وہ سچا تھا، برحق تھا۔ اُس میں صداقت بھری ہوئی تھی۔ اور آخر کار تمام عرب کو اُسی کے سامنے سرِ نیاز جُھکانا پڑا۔ اِدھر جناب رسُول مقبولؐ کو اس بات سے بے حد مسرت تھی۔ کہ جس شریعت کی تبلیغ کے لئے وہ دُنیا میں مبعوث ہوئے تھے۔ اُس کی سب سے بڑی اور سب سے پہلی معاونہ اُنہیں کی بیوی تھیں۔ اگر چند روز کے بعد جبکہ اکثر شرفائے عرب آپؐ پر ایمان لے آئے ہوتے۔ بی خدیجہؓ آپؐ پر ایمان لاتیں تو شاید آپؐ کو اس قدر مسرت نہ ہوتی۔ مگر تقدیم تو آپ کی تقدیر میں لکھی تھی ایسا ہوتا کیوں!

ابتو آپ کا یہ شعار ہوگیا کہ آپؐ مکّہ کے پہاڑوں پر چڑھ چڑھ کر اہلِ عرب کو اور خصوصاً خاندانِ قریش کو دعوتِ اسلام دینے لگے۔ جُہلائے عرب آپؐ کی صدائے حق پر ہنستے تھے۔ اور آپؐ کی باتوں کا مضحکہ اُڑاتے تھے۔ لیکن جن کے دلوں میں انوار اسلام پوشیدہ تھے۔ وہ اپنی جہالت کی تاریکی کو اسلام کی روشنی سے منوّر کر کے آپؐ کے قدموں میں گر پڑتے تھے۔ اور بصدق دل ایمان لے آتے تھے۔

کُفّارانِ عرب نے جب دیکھا کہ ایک یتیم لڑکا اِس زور شور کے ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغ کر رہا ہے۔ تو سب ایک مجلس شوریٰ میں جمع ہوئے اور آپؐ کو اذیت پُہنچانے کا ارادہ کیا۔ مگر بی خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا اثرِ امارت کچھ ایسا طاری تھا۔ کہ وہ جو کچھ کرتے تھے۔ اُس پر پانی پھر جاتا تھا۔ آپؐ نے

ہوتی تھی۔ بی خدیجہ کے ایک ادنےٰ اشارے سے اس کی تعمیل ہوجاتی تھی۔ بھوکوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ تیموں کی خبرگیری کی جاتی تھی، بیواؤں کی دلجوئی کی جاتی تھی۔ غرضکہ جس قدر نیک کام ہیں۔ سب میں جی کھول کر روپیہ صرف کیا جاتا تھا۔ جب کوئی قریشی یا کسی اور خاندان کا کوئی شخص مُسلمان ہوتا تو اُس کے خاندان والے غیر مسلم لوگ اُسے کھانے پینے کی تکلیفیں دیتے اُس کے گھر کو برباد کر دیتے۔ اُس کی بی بی کو لے جاتے۔ اور عرصۂ زندگی اُس پر امکانی کوشش سے تنگ کر دیتے۔ مگر بی خدیجہ رضؓ کی سیر چشمی اور کُشادہ دلی اُس کو کسی بات کی تکلیف نہ ہونے دیتی۔ بے گھروں کو گھر ملتا، بے سہاروں کو سہارا ملتا۔ بھوکوں کو کھانا ملتا، بے پناہوں کو پناہ ملتی، اور بیکسونکی ہمتیں بندھائی جاتیں۔ کیا یہ اعانت جو اُس زمانہ میں ام المومنین کی طرف سے نومسلموں کو پہونچی قوانین تمدن میں کچھ کم درجہ رکھتی ہے +

کفار قریش نے صرف یہی نہیں کیا کہ نومسلم لوگوں کو ستایا اور اُن پر ظلم ڈھایا بلکہ اُن کے ظلم وستم کا اثر براہ راست حضور مقبول صلعم تک پہونچنے لگا، جس سے محفوظ رکھنے کے لئے گھر سے باہر ابو طالب کا اثر اور گھر کے اندر بی خدیجہ رضؓ کا اقتدار حضرت کا پُشت پناہ ہُوا۔ گو معنوی اعتبار سے اللہ جلشانہ کی عون ومدد ہر وقت جناب رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کی معیّت میں تھی۔ مگر ظاہری خطرات ومشکلات کے روکنے کے لئے بھی دو سینے سپر تھے، جن میں سے ایک ابو طالب کا سینہ تھا۔ اور دوسرا بی خدیجہ رضؓ کا +

مکّہ میں اِدھر سے اُدھر تک ایک عجیب قسم کی ہل چل مچ گئی۔ جسے دیکھئے اُس کی زبان پر یہی چرچا ہے یہی ذکر ہے کہ عبد اللہ کے یتیم فرزند نے کیا

عمر ایک تیم کی حمایت میں صرف کئے دیتی ہے۔ اور اُس کے احکام پر اپنا خون گرانے کو تیار رہے ؛

کوئی کہتا تھا محمدؐ کے پاس بڑا چلتا ہوا جادو ہے۔ جو اُس سے نگاہ ملاتا ہے۔ بس اُسی کا ہو جاتا ہے۔ غرضکہ جتنے مُنہ تھے اُتنی ہی باتیں تھیں مگر یہ کوئی نہ جانتا تھا۔ کہ کفر و الحاد کی گھٹاؤں کو پھاڑنے کے لئے آفتاب رسالت طلوع ہو چکا ہے اور اب اُس کی بے پناہ تیز کرنوں کو کوئی زبردست سے زبردست حفاظت بھی نہیں روک سکتی۔ بی خدیجہ رضؓ اِن تمام باتوں کو اپنے کانوں سے سُنتی تھیں۔ اور جب جناب رسول مقبولؐ کفار کی اِن باتوں سے کبیدہ خاطر ہوتے تو آپؓ عرض کرتی تھیں۔ یا رسُول اللہؐ۔ آپؐ رنجیدہ کیوں ہوتے ہیں

بھلا کوئی
ایسا رسُولؐ آجتک آیا بھی ہے جس سے لوگوں نے تمسخر نہ کیا ہو ؎
تمہیں نے داغ نرالے نہیں اُٹھائے ستم
سلف سے یُوں ہی مرے یار ہوتی آتی ہے

جنابہ خدیجہ رضؓ کے اِس کہنے سے آپؐ کی ہمت پھر مضبوط ہو جاتی تھی۔ اور آپؐ کے دل میں جوش تبلیغ پھر پیدا ہو جاتا تھا۔ اِسی لئے جناب رسُول کریمؐ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ "میں جب کفار سے کوئی بات سُنتا تھا۔ اور وہ مجھ کو ناگوار معلوم ہوتی تھی۔ تو میں خدیجہ رضؓ سے کہتا تھا۔ وہ اِس طرح سمجھاتی تھیں کہ اُس سے میرے دل کو تسکین ہو جاتی تھی۔ اور کوئی رنج مجھ کو نہیں ہوتا تھا۔ کہ خدیجہ رضؓ کی باتوں سے وہ ہلکا اور آسان نہ ہو جائے"

حائل ہوئیں اُن کے آسان کرنے میں حضرت خدیجہؓ کا ہاتھ بڑے استقلال سے کام کرتا رہا۔ یہانتک کہ دینِ متین کو معاونینِ اسلام کی بے اندازہ حلقہ بگوشیوں نے ایک قلعۂ آہنین کی طرح مستحکم کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا حال کسے معلوم نہیں ہے۔ اگرچہ اِسے ہماری کتاب سے کوئی تعلق نہیں مگر اِس کی دلچسپی ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم اسے نقل کرکے اِسلام کے صرف ایک فدائی کے حالات سے ناظرین کو ضرور شرف اندوز کر دیں۔

جب یہ آئیہ کریمہ انکم وما تعبدون من دون اللہ حسب جھنم وانتم لھا واردون نازل ہوئی تو ابوجہل نے ایک مجلس میں چلّا کر کہا کہ اے معاشر قریش اب تو محمدؐ کی زبان ورازیاں ہم سے سُنی نہ جائیں گی کل تک تو وہ صرف ایک نئے گھڑے ہوئے مذہب کی تبلیغ کرتے تھے آج تمہارے دین پر طعن کرتے ہیں۔ تمہارے خداؤں کو گالیاں دیتے ہیں۔ اور تمہارے آباؤ اجداد کو آتش جہنم کا کندہ بتلاتے ہیں۔ کیا تم لوگوں کی غیرت وحمیت پر بالکل پانی پھر گیا ہے۔ کیا تم لوگوں کی مردانگی بالکل جاتی رہی ہے کہ تم ایسی باتیں سُنتے ہو، اپنے آباؤ اجداد کی توہین وتذلیل دیکھتے ہو۔ اور اُف نہیں کرتے۔ مجھ سے اب یہ زیادتیاں نہیں دیکھی جاتیں۔ اِسواسطے میں عام طور پر اعلان کرتا ہوں کہ جو شخص محمدؐ کو قتل کر ڈالے گا میں اُسے سو ناقۂ حمرا اور چالیس ہزار درم بطور انعام دوں گا۔ تم میں جو جوانمرد ہو، جس کی رگوں میں بہادری اور شجاعت کا لہو ہو وہ اُٹھے اور تلوار کی قسم کھا کر اِس کام کو انجام دے۔

آئے اور کہا کہ اے اباالحکم یہ انعام زبانی ہے یا واقعی تو اپنے وعدہ پر مستحکم رہے گا۔ ابوجہل نے سب سے بڑے بُت ہبل کی قسم کھائی۔ تو حضرت عمرؓ برہنہ تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے تنتے جھومتے بارادۂ قتل روانہ ہوئے۔ اور کہا کہ قسم ہے لات و عزیٰ کی جب تک میں محمدؐ کو قتل نہ کروں گا زمین پر نہ بیٹھوں گا۔

راستے میں نعیم بن عبداللہ سے مُلاقات ہوئی اُنہوں نے پوچھا کہ اے عمرؓ اِس قدر گھبرائے ہوئے کِدھر چلے۔ کہنے لگے میں محمدؐ ابن عبداللہ کو قتل کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔ نعیم بولے کہ کیا آپ کو عبدالمطلب کے خاندان اور بنی ہاشم نیز خدیجہؓ کی امارت و ریاست سے خوف نہیں ہے جو ایسے امرِ عظیم کا ارادہ کر بیٹھے۔ آپ بولے کہ معلوم ہوتا ہے تو پہلے ہی ایمان لا چکا ہے۔ وہ بولے نہیں میں تو اپنے آبائی مذہب پر قائم ہوں پس آپ نے اُس کی طرف توجہ نہ کی اور چلنے لگے تو اُس نے کہا حضرت ذرا ٹھہریئے تو سہی ایک بات سُنئے آپ تو اِس قدر عجلت میں ہیں۔ کہ گویا محمدؐ کا سر الگ تھلگ ہی رکھا ہُوا ہے۔ (فداہ روحی) آپ نے کہا کہ جلدی کہو تمہارا مطلب کیا ہے۔ نعیم بولے کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو تمہاری بہن فاطمہ اور اُس کا شوہر سعید بن فضیل پہلے ہی محمدؐ کا دین اختیار کر چکے ہیں۔ پہلے اُن کی تو اصلاح کر لو اُس کے بعد کچھ اور ارادہ کرنا۔

حضرت عمرؓ نے نعیم سے یہ بات سُنی تو آتشِ غضب دونی ہو گئی۔ راستہ کاٹ کے پہلے اپنے بہنوئی کے گھر پہونچے۔ دیکھا تو دروازہ بند ہے، سُنا،

عمرؓ ہوں۔ کتاب آیات کو ایک گوشہ میں چھپا دیا۔ اور حباب کو بھی جو اُسوقت وہاں تعلیم اسلام پا رہے تھے۔ ایک طرف ہٹا دیا کُنڈی کھولی، عمرؓ آئے، پوچھا کیا پڑھ رہی تھی، بولیں کچھ نہیں ہم دونوں میاں بیوی باتیں کر رہے تھے، کہا میں نے سُنا ہے تم مُسلمان ہو گئے ہو وہ چُپ ہوئے تو لگے اُن کو ایذا دینے۔ بہن کی چوٹی پکڑ لی سعید بچانے آئے تو اُنہیں زخمی کیا۔ جب اُنہوں نے ہنگامہ برپا کیا تو فاطمہ بولیں کہ ہاں بھائی ہم تو مسلمان ہو چکے ہیں۔ بیشک تم غلط راستے پر ہو۔ اگر تم ہمارے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو گے تو بھی ہر ٹکڑے سے انشاء اللہ تعالیٰ ’’اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدؐ عبدہٗ و رسولہ‘‘ کی آواز نکلے گی۔ تم ہمیں مار ڈالو اور ضرور مار ڈالو لیکن ہم دین محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں پھر سکتے! نہیں پھر سکتے!! نہیں پھر سکتے!!!

لمولفہ؎

رگ و پے میں وحدت سمائی ہوئی ہے — یہ لَو تو خدا کی لگائی ہوئی ہے
طبیعت محمدؐ پر آئی ہوئی ہے — کہ نظروں میں توحید چھائی ہوئی ہے
عجب ٹھاٹھ سے آشنائی ہوئی ہے — خدا کی خدائی پرائی ہوئی ہے
محمدؐ کی اُلفت میں رو تو لئے ہم — بلا سے اگر جگ ہنسائی ہوئی ہے
نکالے نہ کوچہ سے اُن کے مقدّر — بمشکل یہاں تک رسائی ہوئی ہے
نظر آ رہا ہے جمالِ محمدؐ — کچھ ایسی دلوں کی صفائی ہوئی ہے

محمدؐ پہ سیمآب رحمت خدا کی
بڑی شان سے مُصطفائی ہوئی ہے

جب حضرت عمرؓ نے اپنی بہن کی استقامت کا یہ حال دیکھا تو کچھ

بڑھا ہوا تھا۔ وہ وضو کر کے سورۂ طٰہٰ کی تلاوت بہ آواز بلند جوش کے ساتھ کرنے لگیں۔ طٰہٰ۔ ما انزلنا علیک القران لتشقٰے۔ الا تذکرۃ لمن یخشٰے۔ تنزیلاً ممن خلق الارض و السمٰوٰت العُلیٰ۔ الرحمٰن علی العرش استویٰ ✤

یہاں تک پہنچی تھیں کہ حضرت عمرؓ نے سر اُٹھا کر بہن کی طرف دیکھا اور اُنہوں نے بدستور تلاوت کو جاری رکھتے ہوئے اور پڑھا ✤

لہٗ ما فی السمٰوٰت وما بینھما و ما تحت الثرٰے۔

اب تو حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہو سکا بولے اے بہن جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ زمین کے نیچے ہے۔ کیا وہ سب تمہارے خدا کا ہے۔ فاطمہ بولیں ہاں بھائی اس میں کیا شک ہے۔ ہمارے خدا کی ایسی ہی بڑی شان ہے۔ حضرت عمرؓ بولے کہ بہن تمہارے ایک خدا کا تو یہ حال ہے۔ اور ہمارے ایک ہزار پانچسو بتوں کا یہ حال کہ مکہ کی مٹھی بھر زمین پر بھی اُن کا کچھ بس نہیں چلتا۔ ذرا یہ کتاب مجھے دینا میں بھی تو اسے دیکھوں ✤

فاطمہ بولیں ہیں ہیں بس الگ رہنا کہیں تم اسے چھو بھی نہ لینا بڑا غضب ہو جائے گا۔ حضرت عمرؓ ڈر کر اور جھجک کر دور جا بیٹھے اور بولے کیوں آخر کتاب کے چھو لینے میں کیا ہرج ہے۔ وہ بولیں کہ اس کے لئے یہ حکم آچکا ہے کہ لا یمسہ الا المطھرون۔ جس وقت تک کوئی پاک و طاہر نہ ہو اِسے ہاتھ نہ لگائے۔ حضرت عمرؓ بولے تو پھر اب کیا کروں۔ فاطمہ بولیں کرو کیا، غسل کر ڈالو، پھر وضو بنا لو اس کے بعد اس کتاب کو شوق بھرے ہاتھوں میں لے کر دیکھ ڈالو ✤

غرضکہ حضرت عمرؓ نے غسل کیا، وضو کیا، اور نہایت ذوق و شوق

پر پہونچی [illegible] کلام پاک کی [illegible]

دل پر قابو پالیا۔ حضرت عمرؓ بے اختیار ہو گئے۔ رونے لگے اور فرمایا۔ "مااحسن ہذالکلام"، یہ کلام کتنا پیارا ہے۔ اور فرمانے لگے۔ اے بہن میں اپنے دل میں کچھ لذتِ اسلام پاتا ہوں۔ اور گواہ رہنا۔ کہ میں تمہارے سامنے کہتا ہوں:۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اب تو فاطمہ اور سعید کو بے حد خوشی ہوئی۔ حضرت عمرؓ بولے کہ اب مجھے سرور کائناتؐ کے دربار میں جلد از جلد لے چلو کہ میں بھی اُنکے غلاموں کی فہرست میں اپنا نام لکھوا کر نجاتِ اَبدی حاصل کروں:۔

اِدھر حلقہ بگوشان اسلام کو خبر مل چکی تھی۔ کہ ابوجہل کے کہنے سے عمرؓ قتل رسُول اللہؐ پر آمادہ ہو کر روانہ ہو گئے ہیں۔ اِس لئے سب کے سب معہ جناب رسُول کریمؐ کے حضرت ارقمؓ کے گھر میں پناہ گزیں تھے۔ اور اندر سے دروازہ بند کر لیا گیا تھا۔ مسُلمانوں کو حسرت تھی کہ وہ علی الرؤس الاشہاد کلمۂ شہادت پڑھیں پھر چاہے شہید ہی کیوں نہ کر ڈالے جائیں مگر مصلحت وقت اُن کے پاؤں پکڑے لیتی تھی۔ اور مشیت الٰہی ایک وقتِ خاص کی منتظر تھی۔ یہ سب اِسی فکر میں بیٹھے تھے۔ کہ کسی نے دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹائی اور ساتھ ہی ایک آواز بھی آئی ؎

آمد بدرت اُمیدوارے | کورا بجز از تو نیست یارے

محنت زدۂ نیازمندے | خجلت زدۂ گناہگارے

از گفتۂ خود سیاہ روئے | وز کردۂ خویش شرمسارے

... کو بار کر دو تو نمید چلیں امید والے

ہمنشینانِ رسول مقبولؐ نے دروازہ کے سوراخوں میں سے جھانکنا شروع کیا۔ اور دیکھا کہ عمرؓ تلوار برہنہ گلے میں لٹکائے ہوئے دروازہ کی کُنڈی ہلا رہے ہیں۔ سب ڈر گئے۔ اور جناب رسالت مآبؐ سے عرض کیا۔ آپؐ خدا کی درگاہ میں سر بسجدہ پڑے ہوئے اعانت وحمایت اسلام کے لئے قریش کا ایک جوانمرد اور دل چلا نوجوان خدا سے مانگ رہے تھے، سجدہ سے اُٹھے اور تنِ تنہا دروازہ کھولنے کے لئے آ کھڑے ہوئے۔

دروازہ کھُلا، قریشی بہادر پر ہاشمی رسولؐ کی نگاہِ معجز نما پڑی، فرمایا، عمرؓ لڑنے آئے ہو یا صُلح کرنے۔ یہ کہہ کر آپؐ نے عمرؓ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے اِس قدر دبایا کہ حضرت عمرؓ کا بند بند کانپنے لگا۔ اور فوراً زبان سے جاری ہو گیا۔

"اُشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد انّ محمدًا الرسول اللہ"

آپؐ نے حضرت عمرؓ کے سر و سینہ پر بوسہ دیا اور تکبیر بآواز بلند پڑھی۔ تمام حاضرین حضرت عمرؓ کے استقبال کے لئے دروازہ تک آ پہنچے۔ اور ہاتھوں ہاتھ اندر لے گئے۔

یہ تو آپ کے مُسلمان ہونے کی کیفیت تھی۔ اب سُنئے کہ جب آپ مُسلمان ہو گئے تو بڑے بڑے سردارانِ قریش کی ہمتیں ٹوٹ گئیں۔ ابو جہل نے سر پیٹ لیا۔ کفار قریش میں ندامت وپشیمانی پھیلی۔ ادھر حضرت عُمرؓ نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ یہ تو بڑے غضب کی بات ہے۔ کہ کفار قریش اپنے معبودوں اور بتوں کو علانیہ پوجیں۔ اور مُسلمان خالق زمین و زمان رب کون...

مُسلمانوں کو معہ جناب سرورِ کائناتؐ اپنے ہمراہ لے کر اُس گھر سے باہر نکلے۔ اور کعبہ کی طرف چلے۔ سرداران قریش جو دار اسمٰعیل میں جمع تھے۔ حضرت عمرؓ کو معہ مسلمانوں اور سردار اسلام کے اُس طرف آتا ہُوا دیکھ کر سمجھے کہ ہمارا خیال غلط ہُوا دیکھو وہ عمرؓ آ رہے ہیں۔ اور تمام مُسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے دار اسمٰعیل میں لا رہے ہیں۔ جب یہ جماعتِ اسلام قریب بیت الحرام پہونچی تو حضرت عمرؓ نے للکار کر کہا کہ اے معاشر قریش جو مجھ کو اب تک نہ جانتا پہچانتا ہو وہ اب جان لے اور اچھی طرح پہچان لے میں عمرؓ ہوں۔ خطاب کا بیٹا۔ تم لوگوں کو اسلام کی طرف بُلاتا ہوں۔ آؤ اور اِس سرچشمۂ فیض سے سیراب ہو جاؤ۔ ورنہ یاد رکھو ایک ایک کا سر اِس تلوار سے لکڑی کی طرح کاٹ کر پھینک دوں گا۔ اور کُفر کی بُنیاد کو دُنیا سے نیست و نابود کر دوں گا۔ شجاعِ اسلام کا یہ نعرہ ایک بجلی کی چمک تھی یا رعد کی کڑک تھی۔ کُفار قریش کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ اور وہ بے حواسی کے ساتھ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ میدان کعبہ مُسلمانوں کے لئے خالی ہو گیا۔ پھر کیا تھا مُسلمان مسجد الحرام میں داخل ہو گئے۔ اذان بہ آواز بلند دی گئی۔ اور پورے جوش و خروش کے ساتھ "اشہد ان محمد الرسول اللہ" کے نعرے لگائے گئے۔ سرزمین عرب خدا اور اُس کے رسولؐ کے نام کی ہیبت سے کلپنے لگی۔ ظہر کی نماز مسلمانوں نے ادا کی۔ جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کر کعبہ میں داخل ہوئے۔ کعبہ میں بتوں کی بھیڑ تھی۔ آپ نے باواز بلند یہ آیۂ پڑھی :۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عربی میں چند اشعار فرمائے اور بتوں کو خطاب کر کے فرمایا۔ کہ اے بتو اگر محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسولؐ ہیں تو اُن کی بیعت کی گواہی دو۔ اور خدا اگر سچا ہے تو اُسے سجدہ کرو۔ کہتے ہیں کہ تمام بُت اُسی وقت سجدہ میں گر پڑے۔ اُسی وقت یہ آیۂ مبارک نازل ہوئی۔ یا ایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین یعنی اے محمدؐ تمہارا خدا تمہارے لئے کافی ہے۔ اور وہ جو تمہاری پیروی کرتا ہے بس ہے۔ یہ اشارہ تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف جن کی وجہ سے مُسلمانوں نے اپنے مخالفین سے بڑے بڑے بدلے لئے۔ اور پھر اسلام کو استحکام ہی ہوتا چلا گیا۔ لمولفہ

محمد مصطفیٰ صلعم کے یاور ایسے ہوتے ہیں — بہادر ان کو کہتے ہیں دلاور ایسے ہوتے ہیں
بلا سے جان بھی بک جائے تو پروا نہیں ہوتی — خریدارِ خدا اللہ اکبر ایسے ہوتے ہیں
خلوص صدق ہی کا نام ہے تسخیر دُنیا میں — بنا دیں موم پتھر کو یہ منتر ایسے ہوتے ہیں
چمک برق جب کرتی ہے ظاہر تابشیں اپنی — تو شمشیر عمرؓ کہتی ہے جوہر ایسے ہوتے ہیں
عمرؓ قدموں تک آ پہنچے پڑھا کچھ اور نہ کچھ پھونکا — کوئی انصاف کر دے کیا فسونگر ایسے ہوتے ہیں
خدا کے گھر میں سب مل جل کے لے آئے محمدؐ کو — خُدائی جنگ کہتے ہیں وہ لشکر ایسے ہوتے ہیں
غزل یک رنگ اے بیتاب مطلع سے مقطع تک — سخنور کے یہ معنی ہیں سخنور ایسے ہوتے ہیں

وفاتِ ابوطالب

عام طور پر اب اہل عرب میں اس بات کا احساس ہونے لگا تھا کہ

ہیں۔ اور ان کی بی بی خدیجۃ الکبریٰ ہے اور سب بالیقین جانتے ہیں کہ اگر یہ دونوں ذریعے دُور ہو جائیں تو اسلام کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ بظاہر تو یہ ایک صحیح بات معلوم ہوتی تھی۔ اِس لئے کہ گو حضرت ابو طالب مُسلمان نہیں ہوئے تھے۔ مگر تہ دل سے اپنے بھتیجے کی اعانت میں مستعد و مصرُوف رہتے تھے۔ ایک دن جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم معہ حضرت زید بن حارث اور حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ ابو طالب کا اُدھر گذر ہُوا۔ تینوں کو مصروف نماز دیکھ کر ایک طرف بیٹھ گئے اور اِن کی حرکات و سکنات کو بغور مُلاحظہ کرتے رہے۔ جب آنحضرتؐ نماز سے فارغ ہوئے تو ابو طالب نے پوچھا کہ اے بھتیجے یہ تم کیا کر رہے تھے۔ اور یہ کونسا دین تم نے اختیار کیا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا چچا یہ دینِ الٰہی ہے اور یہ دین ہے انبیا اور ملائکہ کا۔ اور یہ دین ہے میرے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا اللہ نے مجھ کو مرتبۂ رسالت سے سرفراز فرمایا اور بندوں کی اصلاح کے لئے مجھے دُنیا میں بھیجا۔ میں تمہیں بھی اِس دین کی دعوت دیتا ہوں۔ خدا کو ایک جانو۔ اُس کا شریک کسی کو نہ مانو۔ اور اُسی کی عبادت و اطاعت کرو۔ ابو طالب بولے کہ اے فرزند تو کہتا تو سچ ہے۔ مگر میرا نفس اپنے بزرگوں کا مذہب ترک کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا۔ اور ملّتِ عبدالمطلب چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ ورنہ میں ضرور تیری متابعت کرتا۔ لیکن تو بہ اطمینان اپنے کام میں مشغول رہ جب تک میں زندہ ہوں کسی کی تاب و طاقت نہیں جو تجھ سے آنکھ بھی مِلا سکے۔

یہ صرف الفاظ ہی الفاظ نہ تھے۔ بلکہ جب تک آپ زندہ رہے حقیقت

اب کہ اِن کی قوت و شرافت کو کفار نے ترقی اسلام کا ایک جزوِ خاص سمجھ لیا تھا۔ اور مشیت ایزدی کو حقیقت اِسلام بلاکسی ذریعے اور وسیلے کے ظاہر کرنی مقصود تھی۔ ان ذرائع کے انسداد کا وقت قریب آپہونچا +

حضرت ابوطالب بیمار ہوئے۔ اور جب اُنہیں اپنے بچنے کی اُمید نہ رہی تو اکثر شرفائے قریش کو بُلایا اور بآواز بلند فرمایا +

معاشر قریش! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ کہ کعبہ کی تعظیم اپنے اوپر فرض رکھنا، صلۂ رحم، اعانت عاجز، اور عطائے سائل سے روگردانی نہ کرنا، سچ بولنا اور امانتوں کو ادا کرنے کے لئے ہمیشہ خوش نیت رہنا۔ نیز میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میرے بھتیجے محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت و اعانت کرنا۔ وہ امینِ قریش اور صادق ترین عرب ہیں۔ وہ ایک ایسا مذہب لائے ہیں کہ دل اُسے قبول کرتا ہے اور زبان اُس کی صداقت پر گواہی دیتی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اکثر سادات عرب نے اُن کے اصول قبول کئے ہیں۔ اے بنی ہاشم تم بھی ان سے نزدیک رہو۔ اور اپنے جان و مال سے ان کی اعانت و مدد کرو +

جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنے چچا کی عیادت کے لئے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا کہ چچا جان آپ کے مجھ پر بڑے بڑے احسان ہیں۔ آپ میری صغرسنی میں میرے کفیل رہے۔ جب میں بڑا ہوا تو میری ضروریات کی تکمیل آپ کی ذات سے ہوئیں۔ آپ کی رعائتیں اور شفقتیں میں تمام عمر نہیں بھول سکتا۔ اب وقت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ

کلمہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا "لاالہ الااللہ محمد الرسول اللہ"۔ ابوطالب نے کہا کہ اے فرزند مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تم میرے خیر خواہ ہو اور میری بہتری چاہتے ہو۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا۔ کہ میرے مرنے کے بعد میری قوم تمہیں طعنہ دے گی۔ اور کہے گی کہ تمہارا چچا ڈر گیا۔ تو میں یہ کلمہ کہہ کر تمہارا دل خوش کر دیتا +

المختصر نصف ماہِ رمضان میں حضرت ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔ اور ایک ذریعۂ اعانت قدرت نے چھین کر جناب رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بے سرپرست کر دیا +

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات

ابوطالب کو انتقال کئے ہوئے ابھی تین چار ہی روز کا عرصہ گذرا تھا۔ کہ بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا مزاج بھی بگڑ گیا۔ آپؓ کی عمر اسوقت ۶۵ برس کی تھی۔ جناب رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم آپ سے محبت بیحد فرماتے تھے۔ علاج معالجہ اور تسکین و تشفی میں آپؐ نے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا تھا۔ مگر موت کا تو کچھ علاج ہی نہیں ہے۔ آخر ۱۰ رمضان المبارک کو ہجرت سے تین سال پیشتر جسے آج تیرہ سو اڑتیس برس کا زمانہ منقضی ہو گیا۔ آپؓ نے بھی سفرِ آخرت فرمایا۔ اور مکہ کے قبرستان حجون میں دفن کی گئیں +

یہ دو متواتر صدمے کچھ ایسے ہوئے کہ جناب رسولِ کریم صلے اللہ

رفیق و رفیق بی بی جدا ہوئی۔ وہ بی بی جس نے کبھی عمر بھر آپؐ کو کوئی رنج نہیں پہونچایا۔ وہ بی بی جو آپؐ کی مشکلات میں ہمیشہ ایک قدم آپؐ سے آگے رہیں، وہ بی بی جس نے اپنے زر و مال کو آپؐ کے لئے کنکر اور ٹھیکری کر دیا۔ وہ بی بی جس نے آپؐ کے مقابلے میں بڑے بڑے شرفائے قریش کی پرواہ نہ کی، وہ بی بی جو مصیبتوں اور تکلیفوں کے زمانے میں ہمیشہ آپؐ کے ساتھ رہی اور وہ بی بی جو سب سے پہلے آپؐ پر ایمان لائی۔ بیشک اُن کی خبر مرگ سے آپؐ جس قدر متاثر ہوتے کم تھا۔

اب آپؐ کا یہ حال تھا کہ آپؐ گھر سے بہت کم باہر تشریف لیجاتے تھے۔ اور اکثر بی خدیجۃ الکبریٰؓ کے خصائل و فضائل لوگوں میں بیان کیا کرتے تھے۔ اِس سال کا نام آپؐ نے اِنہیں دونوں دردانگیز اور حسرت خیز واقعات کے سبب سے عام الحزن رکھ دیا تھا۔ اور گھر کا نام آپؐ اکثر بیت الحزن لیا کرتے تھے۔

اِس طرح وہ دونوں ذرائع اعانت جن پر اہل عرب کو ترقی و عروج اسلام کا دھوکا تھا۔ رخصت ہو گئے۔ اور آپؐ کفار عرب کے مقابلہ کو اپنے انصارؓ و اصحابؓ کے ساتھ تنہا رہ گئے۔ بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کچھ اِس طرح آپؐ کے دل میں جگہ پیدا کر لی تھی کہ جب تک آپ زندہ رہیں آنحضرتؐ کو دوسری شادی کا کبھی خیال بھی نہ آیا۔

میں اِس موقعہ پر ایک بات اور بیان کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ آجکل اکثر عورتیں اِس بات کی شاکی نظر آتی ہیں۔ کہ اُن کے شوہر اُنہیں چھوڑ چھوڑ کے دوسرا نکاح کر لیتے ہیں۔ اور وہ شوہر کی عدم توجہی کی شکار

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اِس شکایت کا انسداد کرنے میں عورتوں کو کیا دقت محسوس ہوتی ہے۔ مگر جہاں تک ہمارا خیال ہے وہ اِس شکایت کی غایت پر کبھی غور نہیں کرتیں ورنہ اُنہیں معلوم ہو جائے کہ جو الزام وہ اپنے شوہر کے سر تھوپتی ہیں۔ حقیقت میں وہ الزام اُنہیں پر عائد ہوتا ہے۔

مرد کبھی اپنی عورت سے بیزار ضرور ہو جاتا ہے۔ اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوسری عورتوں کے پھندے میں پھنس کر اُن کو اپنی زوجیت میں لے آتا ہے اس کے اسباب یہ ہیں۔ جو ہم مفصّل طور پر لکھتے ہیں۔

(۱) اکثر عورتوں میں عادت ہوتی ہے کہ وہ بیاہ شادی یا کسی اور تقریب میں کہیں جاتی ہیں تو خوب زیب و زینت کے ساتھ فوق البھڑک کپڑے پہن کر زر و زیور سے آراستہ ہو کر جاتی ہیں۔ مگر جب گھر میں رہتی ہیں۔ تو سر جھاڑ منہ پھاڑ نہ چوٹی کا خیال نہ کپڑوں کی فکر، بال کھُلے ہیں تو کھُلے ہی ہوئے ہیں۔ کپڑے میلے ہیں تو میلے ہی ہیں۔ نہ کوئی زینت ہے نہ کوئی زیبائش ہے۔ مدتوں کے بعد کبھی یاد آ جاتی ہے۔ تو سر میں کنگھی بھی کر لیتی ہیں۔ ورنہ اِس اینچن گھسیٹن میں پڑنے سے دم اُلجھا کرتا ہے۔ مرد جب گھر میں آتا ہے تو اُس عورت کو جو اُس کی رفیق زندگی بنائی گئی ہے۔ اِس بُرے حال میں پاتا ہے عورت کی سوگوار حالت سے اُس کی طبیعت خوش نہیں ہوتی فوراً حوائج ضروری سے فارغ ہو کر باہر چلا جاتا ہے۔ اور اتفاق سے جب کسی دوسری عورت کو صاف سُتھرا اور آراستہ و پیراستہ دیکھتا ہے۔ تو اُس کی طرف طبیعت مائل ہو جاتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ شادی کے جذبات

اخلاق بازاری عورت کے پھندے میں پھنس جاتا ہے - اور بیوی گھر میں پڑی ہوئی بھِنکا کرتی ہے +

(۲) بعض عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ جہاں شوہر گھر میں آیا اور اُنہوں نے بچوں کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا - وہ بیچارا مصیبت کا مارا خدا جانے کیا محنت کر کے دن بھر کے بعد گھر میں آیا ہے کہ یہاں ذرا چین سے بیٹھے گا - اور آتے ہی اِس مصیبت میں پھنس گیا کہ اِدھر ننھّا چیخ چیخ کے کان پریشان کئے دیتا ہے اُدھر ننھّی رو رو کے جان ہلکان کئے ڈالتی ہے - طبیعت اُلجھتی ہے - اور جی گھبراتا ہے - گھر میں دو گھڑی بیٹھنا دُوبھر معلوم ہوتا ہے اور اکثر دوسری جگہ جا بیٹھتا ہے - اِسی طرح رفتہ رفتہ طبیعت کسی سکون پسند عورت پر آجاتی ہے - اور یہ ہنگامہ آفرین بیوی نگاہوں سے گر جاتی ہے +

(۳) اکثر اولاد کا نہ ہونا میاں بیوی میں ناراضگی اور کشیدگی کا باعث ہوتا ہے +

(۴) بد سلیقہ عورتیں بھی شوہروں کی نگاہ سے گر جاتی ہیں - کہ شوہر تو گھر میں آیا ہے اور وہ دیوار پر چڑھی ہوئی یا کھڑکی میں بیٹھی ہوئی اپنی پڑوسن سے باتیں کر رہی ہیں - گھر کا اسباب بے ٹھکانے پڑا ہُوا ہے - باورچی خانے میں منوں کوڑا (برکت کے لئے) جمع ہے - دیگچیوں اور ہنڈیوں پر مکھیاں بھِنک رہی ہیں - توا کہیں پڑا ہے - بیلن کہیں ہے کپڑے میلے کچیلے اِدھر اُدھر پڑے ہیں - پانی کے مٹکوں کو مہینوں کھنگالنا نصیب نہیں ہوتا - غرضکہ کوئی چیز اپنے ٹھکانے اور کوئی کام سلیقے سے نہیں ہے - ایسی

اپنے ڈھنگلے پن سے اُکتا کر آخر اپنی شادی کہیں اور کر لینے پر آمادہ ہو جاتا ہے

(۵) ناجائز اور تکلیف دہ فرمائشیں بیشتر مردوں کے دل عورتوں کی طرف سے پھیر دیتی ہیں۔ بیچارے کی آمدنی تو ہے ۵۰ روپیہ ماہوار اور بیوی کہتی ہیں۔ کہ میں تو ریشم کا دوپٹہ اوڑھوں گی۔ کمخواب کا پاجامہ پہنونگی اگلے مہینے میں اگر پہونچیاں نہ بن گئیں۔ تو میں اپنی اور تمہاری جان ایک کر ڈالوں گی۔ شوہر ہے کہ اپنی جان ضیق میں پڑی ہوئی دیکھتا ہے اُسے نہ کھانے میں مزہ آتا ہے نہ پینے میں۔ گھر آیا اور بیوی نے للکار پوچھا کہ ابھی تک میرے چاندی کے بٹن بن کر نہیں آئے۔ بس یہ فرمائشیں آخرکار ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہیں۔ اور مرد عورت کو چھوڑ بیٹھتا ہے +

(۶) جو عورتیں اپنی ضرورتوں کے مقابلے میں اپنے شوہر کی طبیعت کا خیال نہیں رکھتیں۔ وہ بھی حقیر ہو جاتی ہیں۔ شوہر کیسا ہی رنجیدہ ہو مگر انہیں اپنے کام سے کام ہے۔ وہ جب آیا گھر کے دُکھڑے اُس کے سامنے لے بیٹھیں رات ہو یا دن ہو اپنی تکلیفیں بیان کرنے سے غرض ہے۔ بھلا ایسی حالت میں اُس کی طبیعت کہاں تک نہ گھبرائے گی +

(۷) میکے کی زیادہ محبت بھی عورت کو شوہر کی محبت و اُنسیت سے محروم رکھتی ہے۔ اور جو عورتیں اکثر اپنے میکے ہی میں رہتی ہیں۔ اُن کے شوہر اپنی ضروریات کے لئے کوئی اور ذریعہ ڈھونڈ لیتے ہیں +

جن عورتوں کے مرد آوارہ ہیں اُنہیں غور کرنا چاہیئے کہ اِس آوارگی کی آخر وجہ کیا ہے۔ بس یہی کہ وہ غیر عورتوں کو اپنے مزاج کے موافق پاتے ہیں۔ جیسا وہ چاہتے ہیں ویسے ہی وہ رہتی ہیں۔ ہر وقت اُنہیں مرد کی

اور تہذیب سلیقہ جائیں تو اُن سے زیادہ قابل وقعت ہو سکتی ہیں۔ اور سلیقہ یا تہذیب تو عفت و عصمت والی عورتوں ہی کا زیور ہے۔ بازاری عورتیں اگر ایسا کرتی ہیں۔ تو محض تسخیر قلب کے لئے اور روپیہ کمانے کی غرض سے مگر شریف خواتین اگر سلیقے اور تہذیب سے کام لیں۔ تو یہ اُن کا اصلی جوہر ہے۔ یہ کوئی ظنّی یا خیالی بات نہیں ہے بلکہ جناب رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور بی بی خدیجہؓ کے واقعاتِ زندگی اور اصولِ معاشرت پر اگر گہری نظر ڈالی جائے تو ہمیں صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر اپنی دوسری شادی نہیں کی تو اُس کی وجہ محض بی بی خدیجہؓ کی دلسوزی تھی۔ وہ اپنے شوہرِ محترم کی دلسوزی و دلجوئی کا خیال اپنے تمام فرائض دُنیوی سے زیادہ رکھتی تھیں۔ مشکلات میں اُن کی معاون ہوتی تھیں۔ اور مصیبتوں میں اُن کی ہمت بندھاتی تھیں۔ یہ ہی اسباب تھے۔ جنہوں نے بی بی خدیجہؓ کو حضور انور کی نگاہوں میں بیحد وقیع و عزیز بنا رکھا تھا۔

مُبارک ہیں وہ عورتیں جو بی بی خدیجہؓ کی طرح اپنے شوہروں کے قلوب کو ہر وقت ہاتھ میں رکھتی ہیں۔ اُس کی مصیبتوں کو اپنی مصیبت، اُسکے رنج کو اپنا رنج اور اُس کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھتی ہیں۔ جب وہ گھر میں نہیں ہوتا تو گھر کی ہر چیز کو سلیقہ کے ساتھ رکھنے رکھانے میں مصروف ہو جاتی ہیں سامان خانگی کو زینت و خوبصورتی کے ساتھ برتتی ہیں۔ جب اُن کا شوہر گھر میں آتا ہے۔ تو بخندہ پیشانی ایک حسین تبسّم سے اُس کا خیر مقدم کرتی ہیں۔ اُس کی ضروریات کا خیال رکھتی ہیں۔ وقت پر کھانا پکاتی ہیں اُس کی اولاد کو محبت اور [illegible] جب وہ سوتا ہے تو اُسے پنکھا جھلتی ہیں، اُس کے پاؤں

وہ چاہتا ہے۔ اُس کے حکم سے پہلے اُس کی تعمیل کر دیتی ہیں۔ ایسی عورتوں کو یقین رکھنا چاہئے کہ اُن کے شوہر اُنہیں تا زندگی نہیں چھوڑ سکتے۔ اور نہ اُنکی موجودگی میں اُن کے حقوق کسی دوسری عورت کو دے سکتے ہیں۔ ایسی عورتیں ہمیشہ خوش رہینگی اور جب مر جائیں گی تو اُن کے شوہر اُن کی یاد میں سوگوار رہینگے اور اُن کے اخلاق کا ذکر ہمیشہ لوگوں میں زندہ رہے گا۔

ایک بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ کیا، اہل بیت میں سے جس عورت کی زندگی اور معاشرت پر نظر ڈالئے وہ انہیں آداب تہذیب سے آراستہ نظر آئے گی تمام ازواج مطہرات کے علاوہ آپ کی دختر بی بی فاطمہؓ نے اپنے شوہر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی ایسی اطاعت اور فرمانبرداری کی کہ کبھی حضرت علیؓ کو دوسری بیوی کا خیال بھی نہ آیا۔

ہم اُمید کرتے ہیں۔ کہ جو عورتیں اِس شکایت سے تنگ ہیں۔ وہ اہل بیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تقلید کر کے اپنے شوہروں کی تسخیر کا عمل سیکھیں گی۔ ورنہ یاد رہے کہ اگر اُن کے اخلاق اُن کی عادتیں اور اُن کے اطوار خراب اور قابل اعتراض ہیں۔ تو نہ کوئی گنڈا اُن کے شوہروں کو مسخر کر سکتا ہے نہ کوئی تعویذ اُنہیں اُن کے ارادوں میں کامیاب بنا سکتا ہے۔ اِن فضول باتوں میں اپنا وقت ضائع کرنا ایک بے نتیجہ سی بات ہے۔ سب سے بڑا عمل تسخیر "اطاعت" ہے، اور سب سے بڑا زیور ایک شریف کے لئے "عصمت" ہے۔ سب سے بڑی زینت "علم" ہے اور سب سے بڑی عزت خدا اور اُس کے رسولؐ کی فرمانبرداری ہے۔ عورت کے لئے

جو تعویذ گنڈوں میں مُبتلا ہیں۔ اور اپنے اخلاق و اعمال کی درستی سے غافل ہیں۔ اِس طرح وہ شوہر کی نارضامندی کی بلا میں تو گرفتار رہتی ہیں۔ تعویز گنڈوں اور پیروں فقیروں سے مدد مانگ کر شرک کی بلا میں بھی مُبتلا ہو جاتی ہیں۔ غرضکہ وہ دُنیا کے ساتھ اپنے دین کو بھی کھو بیٹھتی ہیں۔ اور نہ اِدھر کی رہتی ہیں نہ اُدھر کی۔ نہ خدا خوش، نہ رسُولؐ خوش، نہ رشتے کُنبے دار خوش، اور پھر لُطف یہ ہے کہ خود بھی خوش نہیں۔ بھلا ایسی عورتیں دُنیا میں کیا کام کر سکتی ہیں۔ بجز اِس کے کہ ساری عمر غم و غصہ میں برباد کریں۔ اور جب مَر جائیں۔ تو سینکڑوں ناراضگیوں کا بار لئے ہوئے دُنیا سے رخصت ہوں +

خدا نے علم مردوں کی طرح عورتوں کو بھی دیا ہے اور ہمیں سخت تعجب ہے کہ جاہل عورتوں سے زیادہ پڑھی لکھی عورتیں اِس بلائے بے درمان میں گرفتار ہیں۔ خدا جانے اُنہیں کیا پڑھا دیا گیا ہے۔ اور کونسا سبق ایسا اُن کے ذہن نشین کر دیا گیا ہے۔ کہ اُن سے اور اُن کے شوہروں سے ذرا سی دیر بھی نہیں نبتی۔ مہینوں میکے بسر ہوتی ہے۔ سہیلیاں اور پڑوسنیں حقارت کی نگاہ سے اُنہیں دیکھتی ہیں۔ اور وہ اِس مفارقت کو اپنی تعلیم کا ماحصل اور اپنے خاندان کی عزّت سمجھتی ہیں +

زمانہ کی ضرورتیں ہمیں یہ بھی سکھاتی ہیں کہ ہم ایک تعلیم یافتہ لڑکی کی شادی ایک جاہل مرد سے نہ کریں اِسی طرح ایک جاہل لڑکی کو ایک تعلیم یافتہ شخص سے نہ بیاہیں۔ اگر معاشرت کی وابستگیوں میں اِس کا

اِسی سِلسلہ میں یہ کہہ دینا بھی خالی از افادہ نہیں ہے۔ کہ لڑکیوں کو اعلےٰ تعلیم دینے سے صرف مذہبی تعلیم تک محدود رکھنا بسا اولیٰ ہے۔ کہ نہ اُن میں اعلےٰ تعلیم کے جوہر ہونگے نہ وہ زمین سے پاؤں اُٹھا کر چلیں گی۔ اِتنی تعلیم اور ایسی تعلیم جس سے ایک عورت خدا اور اُس کے رسولؐ کے احکام، فرائض وحقوق شوہر، تربیتِ اولاد، اور امور خانہ داری میں وقوف حاصل کرلے ایک عورت کے لئے بس ہے۔ اور اِس سے زیادہ ہَوَس ہے +

مرد کی تعلیم کا دائرہ چاہے کتنا ہی زیادہ وسیع ہو، اتنی پڑھی لکھی عورت اُسے شیشے میں اُتار سکتی ہے اور اُس کی ضرورتوں کا خیال رکھ سکتی ہے لیکن اگر کسی عورت کا علم اِس سے بھی کم ہے تو اُس کے لئے اعلیٰ تعلیم یافتہ شوہر ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں اُسی کا مساوی العلم ڈھونڈیئے بادی النظر میں یہ ایک نیا سا طریقہ معلوم ہوگا۔ مگر اِس کی حقیقت پر آپ غور کرینگے۔ تو آپ کو معاشرت کے بہترین راز اِسی میں معلوم ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ +

بی خدیجہؓ کے فضائل

اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حَسین بھی تھیں۔ دولتمند بھی تھیں، شریف النسل بھی تھیں، شریف الخیال بھی تھیں، اور سب سے زیادہ جو فضیلت اُن میں تھی وہ یہ ہے۔ کہ اپنے شوہر کی بے حد اطاعت گذار تھیں +

حضور انورؐ کا عقد نہ ہوجاتا تو آپؐ کی طبیعت کا سنبھلنا بیحد مشکل تھا۔

آپؓ کے فضائل و مناقب بیشمار ہیں۔ میں مختصراً چند باتیں بیان کرتا ہوں۔ بخاری میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ سب سے بہتر اِس اُمت کی عورتوں میں خدیجہؓ ہیں۔ اور گذشتہ اُمت میں مریم۔ (علیہم السّلام)

جناب رسولؐ کے دل میں مرنے کے بعد بھی آپؓ کی اتنی محبّت تھی کہ جب کوئی قربانی کرتے تو پہلے بی خدیجہؓ کی سہیلیوں کو گوشت بھیج دیتے اِسکے بعد کسی اور کو دیتے اور بی خدیجہؓ کا کوئی رشتے کُنبے دار جب کبھی آپؐ کے پاس آتا تو اُس کی بے حد خاطر و مدارات کیا کرتے تھے۔ (یہاں یہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ جب بیوی مرگئی تو گویا اُس کے رشتے کُنبے والے بھی مرگئے۔ اب وہ بیچارے اِس قدر ناآشنا سے مانے جاتے ہیں۔ کہ گویا اُن سے یا اُن کے کسی فرد سے کبھی کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ یہ بالکل خلافِ سُنّت رسول اللہؐ ہے جس طرح آپؐ بی خدیجہؓ کے عزیزوں سے بعدِ مرگ بھی بہترین سلوک کرتے تھے اِسی طرح تمام مُسلمانوں کو اپنی مرحوم بیوی کے رشتے داروں سے پیش آنا چاہیئے کہ بیوی کے مرنے سے صرف ایک بیوی کا رشتہ جاتا رہتا ہے نہ کہ اُس کے خاندان بھر کا۔ ایسی حالت میں جب بیوی کے مرنے کے بعد اُس کے رشتے داروں سے بدخُلقی برتی جاتی ہے۔ اور قطع تعلق کر لیا جاتا ہے تو مرد اُن کی نگاہوں میں خود غرض اور ناآشنا معلوم ہونے لگتا ہے۔ غرضکہ ایسا کبھی نہ کرنا چاہیئے۔ اور خدا اور اُس کے رسُولؐ سے ڈرنا چاہیئے)

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چار عورتیں جنّت کی تمام عورتوں سے بہتر

چہارم آسیہؓ زوجۂ فرعون +

امام بخاریؒ ام المومنین بی عائشہؓ سے روایت فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب گھر میں تشریف لاتے تو بی خدیجہؓ کا ذکر کرکے اُن کی بہت کچھ تعریف فرمایا کرتے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضورؐ نے معمول کے موافق اُن کی تعریف کرنی شروع کی مجھے رشک آیا میں نے کہا یارسول اللہؐ وہ تھیں کیا ایک بوڑھی بیوہ عورت تھیں۔ خدا نے آپؐ کو اُن کے بعد اُن سے بہتر بیوی عنایت کی آپؐ کو بار بار اُن کا ذکر نہ کرنا چاہیئے۔ یہ سُن کر پیغمبر صلعم کا چہرہ غصّے سے سُرخ ہوگیا اور فرمانے لگے کہ خدا کی قسم مجھے خدیجہؓ سے اچھی بیوی نہیں ملی وہ ایمان لائی تھیں جبکہ سب لوگ کافر تھے۔ اُنہوں نے میری تصدیق کی جبکہ سب لوگ مجھے جھٹلاتے تھے اُنہوں نے اپنا زر و مال مجھ پر قربان کردیا جبکہ تمام لوگوں نے مجھے محروم رکھا خدا نے اُن کے بطن سے مجھے اولاد دی۔ اور کسی دوسری بیوی سے اولاد نہ دی +

بی بی عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ڈر گئی۔ اور میں نے اُس روز سے عہد کرلیا کہ اب رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کبھی اُنہیں ایسا ویسا نہ کہوں گی معلوم ہوا کہ جو بیبیاں شوہر پرست ہوتی ہیں مرنے کے بعد بھی اُن کی جگہ شوہر کے دل میں بدستور قائم رہتی ہے۔ اور وہ اپنی دوسری بی بی سے اُن کی بُرائی سُننا گوارا نہیں کرتا۔ لیکن جو عورتیں بدکردار اور خلاف شوہر ہوتی ہیں۔ اُن کے مرتے ہی "خس کم جہاں پاک"، کہہ کر شوہر اُن کی یاد اپنے دلوں سے بھُلا دیتے ہیں +

اولادِ امجاد

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اس لحاظ سے بھی ازواج مطہرات میں افضل اور نصیبے والی تھیں کہ آپؓ کے بطن سے خدا نے حضور انورؐ کو چھ لڑکے لڑکیاں دیں۔ سب سے پہلے حضرت قاسم رضی اللہ تعالےٰ عنہ پیدا ہوئے۔ جو چار برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ پھر زینبؓ۔ اُن کے بعد عبداللہؓ۔ پھر رقیہؓ۔ پھر ام کلثومؓ۔ پھر فاطمہؓ زہرا پیدا ہوئیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دو سال کے تھے کہ رحلت فرما گئے۔ حضرت خدیجہؓ اپنے بچوں کی تربیت نہایت محبت اور پیار سے کرتی تھیں۔

چنانچہ حضور انورؐ فرمایا کرتے تھے۔ کانت ربۃ البیت وام العیال یعنی خدیجہؓ گھر کی مالک اور بچوں کی ماں تھی۔

معلوم ہوا کہ تربیت اولاد اگر پیار اور محبت کے ساتھ ہو تو یہ بھی خوشنودی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ ہے۔ جو عورتیں اپنے بچوں کو مار پیٹ کر رکھتی ہیں۔ یا اُن کی تربیت و تہذیب میں بدسلیقگی سے کام لیتی ہیں وہ علے العموم اپنے شوہروں کی زندگی کو بھی اپنے ساتھ ناگوار بنا لیتی ہیں۔ ماؤں کا فرض ہے کہ وہ اللہ و رسولؐ کی اطاعت، شوہر کی فرمانبرداری، اور گھر کے انتظامات کے بعد تربیت اولاد کا بھی پوری طرح خیال رکھیں۔

بی خدیجہؓ کو حضور انورؐ نے "اُم العیال" فرمایا ہے۔ اور حال یہ ہے۔ کہ "اُم العیال" ہر وہ عورت ہو سکتی ہے۔ جس کے بچے ہوں۔ اور جو عیالداری میں پھنسی ہوئی ہو۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ کسی کو اُم العیال کہنا اس بات

ہیں۔ اور گویا یہ وصف اُس کے تمام اوصاف متعلق خانہ داری سے نمایاں ہے ÷

بچہ اگر اُس کی تربیت اچھی طرح ہو تو دُنیا میں اپنے ماں باپ کی صحیح یادگار ہوتا ہے۔ اور یہ بالکل مانی ہوئی بات ہے۔ کہ سب سے پہلا مکتب بچہ کے لئے "ماں کی گود" ہے۔ وہ اپنی ماں کے اطوار و عادات سے جو کچھ سیکھتا ہے وہ ہی اُس کی سرشت اور فطرت بن جاتا ہے۔ ایک لڑاکو ماں کی اولاد جنگجو ضرور ہوگی۔ اور ایک سلیم الطبع متین الخیال ماں کے بچے سنجیدہ اور خاموش ثابت ہونگے ÷

دیکھئے، جناب فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا اپنی والدہ محترمہ اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی صُحبت و تربیت میں رہیں تو اُن میں بی خدیجہؓ کے تمام اوصاف منتقل ہو گئے۔ وہ جناب علی کرم اللہ وجہ، کی ایسی ہی اطاعت گذار تھیں۔ جیسی کہ بی خدیجہؓ جناب مصطفےٰ صلعم کی، اُن میں بی خدیجہؓ کی راستی، حلم، بُردباری، توکّل، اور جفاکشی کے تمام نمونے موجود تھے۔ حضرت فاطمہؓ کے متعلق سُنا ہے کہ وہ بہت زیادہ اپنی ماں ہی کے پاس بیٹھی رہتی تھیں۔ ماں کی تربیت اور تعلیم کا یہ اثر ہُوا کہ آخر جناب زہراؓ بھی "جنت کی عورتوں کی سردار" مانی گئیں۔ اور سادات عرب و عجم کی ماں ٹھہریں۔ آج بچہ بچہ اُن کا نام ادب و احترام کے ساتھ لیتا ہے۔ اور جب اُن کا نام آتا ہے۔ تو سر ادب بے اختیار جُھک جاتا ہے ÷

بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بچوں سے نہایت رحیمانہ برتاؤ

... اُن پر شفقت و محبت کی نگاہ ڈالیں گی۔ ہرگز نہیں۔ ہمارا تجربہ ہے کہ جب گھر کی عورتیں اپنے بچے پر بگڑتی ہیں تو باہر والیاں اُن کی ہمنوائی کے لئے تیار ہو جاتی ہیں۔ اور جب گھر کی عورتیں اوصاف نمائی کرتی ہیں تو باہر والیاں بھی بچوں کی تعریف کے پُل باندھ دیتی ہیں۔

بچوں کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے اطاعت گزار بنیں، بیشک اُنہیں بننا چاہئے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ ماں باپ کو بھی یہ تعلیم دینی ضروری ہے کہ وہ بچوں کے ساتھ مادرانہ اور رحیمانہ برتاؤ کریں۔

جو مائیں بچوں کو زیادہ مارتی رہتی ہیں اُن کے بچے آخرکار ڈھیٹ اور ضدی ہو جاتے ہیں۔ اور اکثر جوان ہو کر قابو میں نہیں آتے۔ اِس کے برعکس جو مائیں اپنے بچوں کو صرف آنکھ کے اشارے سے ڈرانا کافی سمجھتی ہیں۔ وہ اپنے بچوں کو اپنی مرضی کے موافق باادب اور مہذب پاتی ہیں۔

بچوں کی تربیت کا سب سے بڑا بار اُن کی ماؤں پر ہے۔ اِس لئے اُنہیں لازم ہے کہ وہ اپنے بچوں کو نرمی، آسانی، اور آہستگی کے ساتھ تربیت دیں، تہذیب سکھائیں اور اُن کی نشو و نما ایسے اسباب میں ہونے دیں کہ وہ بڑے ہو کر اپنے ماں باپ کے مثیل اور زندہ یادگار ثابت ہوں اُن کی وجہ سے ماں باپ کا نام روشن رہے۔ اور جو دیکھے وہ ہی اُن کی تہذیب و تربیت کی داد دے۔

بی خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے ایسا ہی کیا۔ لڑکے تو قسمت سے زندہ ہی نہ رہے ورنہ شرفائے عرب کے سردار ہوتے لیکن لڑکیاں جو زندہ

بوت پر کوئی حرف نہیں آیا۔ بھلا خدیجۃ الکبریٰ کی سی مصروفیت اور کسے ہو سکتی ہے۔ چھ چھ بچّوں کا پالنا، اُن کی ضروریات کا خیال رکھنا، اور پھر اپنے شوہر کی مصیبتوں میں اُن کا ساتھ دینا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ بی خدیجہؓ میں شرافت وسیادت کے بیشمار جوہر موجود تھے۔ اور وہ ایک ایسی عورت تھیں۔ جس کا جواب زمانہ ہزار برس چکّر کھانے کے بعد بھی نہ دے سکا، اور نہ آئندہ دے سکتا ہے۔

جناب رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کو تو نبوّت کے کاموں سے ہی فرصت نہ تھی۔ بھلا وہ اولاد کا خیال کیا کرتے۔ اُن کی ضرورتوں کا خیال اُنہیں ضرور رہتا تھا۔ باقی غور و پرداخت اور تربیت آموزی وغیرہ سب بی خدیجہؓ ہی کے ذمّے تھی۔ حالانکہ آپؐ کا معمول بہت زیادہ بڑھا ہُوا تھا۔ لیکن ہم نے کسی روایت میں یہ نہیں دیکھا۔ کہ اولادِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے لئے کوئی اُنّا، دَایا کھلائی مقرر کی گئی ہو۔ ممکن ہے۔ کہ عرب کی رسموں کے موافق ایّام رضاعت میں یہ بچّے بھی کسی شریف دائی کو دیدیئے گئے ہوں۔ مگر ایّام رضاعت کے بعد سن شعور و بلوغ میں اولادِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت بی خدیجہؓ اپنے ہی ہاتھوں سے کرتی رہیں۔

اُمّ المومنین کی یہ مشقّت اور اولاد پروری زمانہ بھر کی اولاد والی ماؤں کے لئے سبق ہے۔ جو مائیں کثرتِ اولاد سے گھبراتی ہیں۔ اور اُن کی تربیت سے اُکتا جاتی ہیں۔ وہ اُمّ المومنین کے حالات سے نصیحت حاصل کریں۔ اور اپنی اولاد کی تربیت میں مصروف ہو جائیں۔

جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ جس کسی نے

... اپنے ہاتھ کی انگلیاں ملادیں +

عرب کے زمانۂ جاہلیت میں لڑکیاں وبالِ جان سمجھی جاتی تھیں۔ اور خاندان کی بے عزّتی کا ذریعہ مانی جاتی تھیں۔ جب کوئی کسی سے خفا ہوتا تھا۔ تو کہتا تھا۔ کہ خدا تجھے لڑکی دے گویا یہ سب سے بُری گالی تھی۔ اور سب سے بڑی بددعا۔ مگر جب جناب رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلّم مبعوث ہوئے اور نبوّت کا تاج آپؐ کے سر پر رکھا گیا تو آپؐ نے اپنی قوم کے اِس خیال کو جڑ سے اُکھاڑ کر پھینک دیا۔ اور عام طور پر تعلیم دے دی کہ لڑکیاں خاندان کے لئے برکت ہیں۔ اُنہیں محبّت و شفقت سے پالو اور اُن کی تربیت و پرورش میں دلداری سے کام لو جو اِن کے ساتھ اچھا برتاؤ کریگا وہ قیامت کے دن مجھ سے ملے گا۔ اور جو اِن سے قطع رحم کرے گا۔ وہ مجھ سے جُدا رہے گا۔ کچھ یہ نہیں کہ جب جناب رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کو خدا نے لڑکیاں دیں اُس وقت آپؐ نے یہ حدیث بیان کی ہو۔ نہیں۔ بلکہ خدا نے آپؐ کو پہلے نرینہ اولاد سے سرفراز فرمایا تھا۔ اور آپؐ نے اُسی وقت لڑکیوں کے لئے یہی قانون پاس کر دیا تھا +

آخر رفتہ رفتہ عرب کی جہالت خیز سرزمین سے دختر کُشی کی بدرسمی دُور ہوگئی۔ اور لڑکیوں کو ہر گھر میں عزّت و آبرو نصیب ہوئی +

لڑکیوں کو لڑکوں سے زیادہ محبّت اور پیار کے ساتھ پرورش کرنے کی ضرورت ہے۔ اِس لئے کہ لڑکے تو ممکن ہے کہ تا عمر اپنے ماں باپ کا ساتھ دیں۔ لیکن لڑکیاں ایک زمانہ محدود کے لئے اپنے ماں باپ کے گھر

جو لڑکیاں اپنے ماں باپ کے گھر خوش نہیں رہتیں وہ اپنے شوہر کے گھر جاکر اپنے زمانۂ گذشتہ کی مصیبتوں کا ذکر کیا کرتی ہیں۔ اور ماں باپ کی جُدائی کو نہایت خوشگوار سمجھتی ہیں۔ یہ کس قدر افسوس و حیرت کا مقام ہے کہ شادی ہوجانے کے بعد اپنے گھر کو وہ مصیبت گاہ سمجھیں اور شوہر کے گھر کو عیش خانہ تصور کرنے لگیں۔ مگر اس میں اُن کا کوئی قصور نہیں ہے یہ سب کچھ ماں باپ کی بے رحمی و بدسلوکی کا نتیجہ ہے۔ اگر ماں باپ اپنی لڑکیوں کو پیار محبت اور تہذیب و اخلاق کے ساتھ پرورش کریں۔ تو وہ اپنے شوہروں کے گھر جاکر بھی والدین کے احسانات کو کبھی بھول نہیں سکتیں۔ بیشک خوش نصیب لڑکیوں کا فرض ہے کہ جب وہ اپنے شوہر کے گھر جائیں تو اپنے شوہر اور اُس کے گھر کا خیال اپنے ماں باپ اور گھر سے زیادہ رکھیں۔ لیکن یہ اُن کا فرضِ معاشرت ہے۔ باقی اگر وہ کسی مجبوری سے ایسا کرتی ہیں۔ تو اُس کے ذمہ دار اُن کے ماں باپ ہیں :-

حضرت زینبؓ کی ولادت نبوت سے دس سال پیشتر ہوئی۔ اور جب سن بلوغ کو پہونچیں تو اُن کا نکاح اُن کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص ابن الربیع بن عبد العزا ابن عبد الشمس بن عبد مناف سے ہُوا۔ اِن سے ایک لڑکا علیؓ اور بیٹی اُمامہ پیدا ہوئیں۔ علیؓ بن ابی العاص جوان ہوئے اور فتح مکہ کے دن لوگوں نے اُنہیں اپنے نانا جناب محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہی اونٹ پر دیکھا۔ امامہؓ بعد وفات فاطمہ زہراؓ حضرت علیؓ کرم کے نکاح میں آئیں۔ اُن سے ایک لڑکا پیدا ہُوا جس کا نام علی اوسط

علیہ وسلم نے اُنہیں اپنے ہاتھوں سے دفن کیا +

دوسری صاحبزادی رقیہؓ حضرت زینبؓ سے تین سال چھوٹی تھیں یہ قبل نبوت عتبہ بن ابی لہب سے بیاہ دی گئی تھیں مگر جب سورہ تبت یدا نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ جب تک تم محمدؐ کی بیٹی کو نہ چھوڑ دو گے میں تم سے راضی نہ ہوں گا۔ پس عتبہؓ نے حضرت رقیہؓ کو قبل خلوت چھوڑ دیا۔ اور اُن کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ ہو گیا۔ حضرت عثمانؓ نے اُن کے ساتھ حبشہ کو ہجرت فرمائی وہیں اُن سے ایک لڑکا پیدا ہُوا جس کا نام عبداللہ تھا۔ عبداللہ پہلے یا دوسرے سال میں تھے۔ کہ ایک مُرغ نے اُن کی آنکھ میں چونچ ماری اور وہ انتقال کر گئے بی بی رقیہؓ نے یکم شوال سنہ ۲ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں +

تیسری صاحبزادی اُمّ کلثومؓ تھیں ان کا نکاح بھی پہلے عتبہ ابن ابی لہب کے ساتھ حضرت رقیہؓ کی طرح ہُوا تھا۔ مگر اُنہیں بھی اُن کے شوہر نے چھوڑ دیا۔ حضرت رقیہؓ کے انتقال کر جانے کے بعد آنحضرت صلعم نے آپ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کر دیا۔ اُن کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور ماہ شعبان سنہ ۹ ہجری میں وفات پائی +

چوتھی صاحبزادی سب سے چھوٹی حضرتِ فاطمہ زہراؓ تھیں۔ پانچ برس قبل نبوت پیدا ہوئیں۔ سیدۃ النسا، زہرا، بتول زاکیہ راضیہ اور مرضیہ آپ کو خطاب ملے "بتول" کے معنی تارک الدنیا کے ہیں۔ چونکہ جناب فاطمہؓ نہ کہیں جاتی تھیں نہ آتی تھیں بس ہر وقت اپنی ماں خدیجۃ الکبریٰؓ کے

آپ جناب رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے شکل اور رفتار اور ...

شمائل میں بہت زیادہ مشابہ تھیں۔ جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم آپ کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ اور آپ سے بیحد محبّت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا نکاح جناب علی کرم اللہ وجہٗ سے ہُوا اور تین صاحبزادے حَسَن، حسَین، اور محسِن، اور تین لڑکیاں زینب، کلثوم، اور رقیہ پیدا ہوئیں۔ محسن اور رقیہ نے لڑکپن میں وفات پائی۔ اور زینب عبد اللہؓ بن جعفر طیار سے اور اُمّ کلثوم حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بیاہی گئیں۔ آپ کی عُمر وقت نکاح پندرہ برس پانچ مہینے دس دن کی تھی۔ اور بعد انتقال جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم تیسری ماہِ رمضان شب سہ شنبہ ۱۱ سنہ ہجری میں وفات پائی۔ اور رات ہی کو جنّت البقیع میں دفن ہوئیں۔ آپ کے نور العین حضرت امام حسین علیہ السّلام کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے سِلسلۂ سادات چلا۔ اور اِس طرح اب تک جو سادات اور مشائخ عظام اقطاب وغوث اولیا واذکیا پیدا ہوئے اُن سب کا سرچشمہ جناب فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا تھیں اور اُن کی ماں بی بی خدیجۃ الکبرےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ جن کی سوانح عمری آپ نے ملاحظہ فرمائی +

خدائے تعالےٰ ہمیں آپ کو اور ہماری عورتوں کو توفیق دے۔ کہ ہم اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نقشِ قدم پر چلیں اور اپنے طرز معاشرت میں آپ کے اطوار وعادات سے نور برکت پیدا کر کے خوشنودی رسُول مقبول صلے اللہ علیہ وسلّم کا باعث ہوں +

خاتمہ

کسی بزرگ مرد یا بزرگ عورت کی سوانحعمری یا سیرت پڑھنے سے محض یہ غرض نہیں ہونی چاہیئے کہ اُس کے حالات وواقعات سے واقفیت حاصل ہوجائے بلکہ اُس کی سوانحعمری کے مطالعہ سے ہماری باطنی آنکھوں میں نورِ حقیقت کی چاندنی پھیلنی چاہیئے۔ سوانحعمریاں تو ہمارے مُلک میں اِسقدر مروج ہیں۔ کہ اگر اُن سب کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو شاید ہزاروں تک نوبت پہنچے۔ لیکن ایسی سوانحعمریاں جن میں نصیحت وعبرت اور تہذیب واخلاق کا مصالحہ موجود ہو معدودے چند ہیں۔

اُن میں سے بھی بہترین سوانح وہ ہیں۔ جو خاندانِ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بزرگوں کے حالات سے مملو ہیں۔ اِن بزرگوں میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی۔ مردوں کے حالات مردوں کے لئے اور عورتوں کے حالات عورتوں کیلئے قابل تقلید ہیں۔ مگر بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ سوانحعمری جس کا آپ مطالعہ فرمارہے ہیں۔ مردوں اور عورتوں دونوں کیلئے ایک مایۂ ناز اور قابلِ تقلید سرمایہ ہے۔

مردوں کو اس کے مطالعہ سے معلوم ہوجائیگا کہ اسلام کے سب سے بڑے پیشوا جناب محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ اپنی بیبیوں کے ساتھ کیسا تھا۔ وہ اُن کی زندگی کو خوشگوار بنانے کی کوشش کس طرح فرماتے تھے، آجکل مرد عورتوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ اُنکے حقوق پامال کرنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور عورتوں کو لونڈیوں کی طرح ذلیل تصور کرتے ہیں۔ اِس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ایسے لوگ کس قدر غلطی پر ہیں۔ اور تعلیم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کس قدر اُنہیں علیحدگی حاصل رہے۔

واقعہ بھی آپ کو ایسا نہ ملے گا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی عورتوں کے ساتھ کج خلقی اور بے اعتنائی کا برتاؤ کیا ہو۔ اگر آپؐ کسی بی بی پر کبھی خفا بھی ہوتے تو آہستگی کے ساتھ اُسے اُس کی غلطی جتا دیا کرتے تھے۔ اور نرمی کے ساتھ سمجھا دیا کرتے تھے، بیشک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واقعاتِ زندگی پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں اور اُن میں کچھ دن کیلئے محض ایک بدگمانی پر کشیدگی ہو گئی تھی۔ مگر یہ کہیں ثابت نہیں ہوا کہ آپکے ہاتھ سے بی عائشہؓ کو کوئی تکلیف پہونچی یا آپؐ نے اُن کے حقوق پامال کر ڈالے +

آجکل جاہل مُسلمان ذرا ذراسی بات پر اپنی عورتوں کو مارتے ہیں۔ اور مارتے نہیں تو اس قدر چلا چلا کر اُن پر برستے ہیں کہ ہمسایہ والوں کو ہنگامۂ محشر کا دھوکا ہو جاتا ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی طریقۂ تہذیب ہے۔ کیا خانگی معاملات آہستگی سے طے نہیں ہو سکتے۔ اور کیا مسلمانوں کے پیغمبر علیہ الصلٰوۃ والسّلام نے ایسا ہی کیا تھا یاد رکھیے ہم جب تک اپنے گھر میں اور گھر سے باہر سُنت نبوی کا اتباع نہ کرینگے ہماری اخلاقی حالتیں کبھی نہ سنبھل سکیں گی +

وہ مرد ہی کیا جس کے اشارے سے عورت موم نہ ہو جائے یا بید کی طرح نہ کانپنے لگے مردانگی یہی ہے کہ عورت کو اپنے قابو میں رکھا جائے اور اُسے ہم خیال بنانے کی کوشش کی جائے۔ ایسا کرنیوالے کبھی عورت کے شاکی نہیں دیکھے گئے +

حضور انورؐ نے فرمایا ہے کہ ”عورتیں شیشے کے برتن ہیں خیال رکھو کہ ان میں ٹھیس نہ لگنے پائے“۔ اس سے بہتر عورت کی لطافت و نزاکت کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ بیشک عورتوں کا دل نہایت نازک اور اُنکے قویٰ نسبتاً نہایت کمزور

[illegible] تاریک ہوا۔ شوہر ذرا ناراض ہوا اور ان کا دل دھڑکا۔ یہ مادہ عورتوں میں فطری ہے اسی لئے جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدمہ پہونچانے اور ایذا دینے سے عام طور پر منع فرمایا ہے اور یہی آپؐ کا دستور العمل تھا۔

مرد کی نگاہوں میں اللہ نے قوتِ تہدید دی ہے اور عورت کے دلمیں اثرِ جذب عطا فرمایا ہے۔ مرد کی نگاہ ذرا گرم ہوئی اور عورت کا دل پگھلنے لگا۔ جب ہم اُس کی فطرتِ لطیف سے واقف ہیں، جب ہم جانتے ہیں کہ وہ ایک نازک دل اور کمزور طبیعت کی مالک ہے۔ تو پھر افسوس ہے۔ اگر ہم اُسے جبر و تشدّد اور تہدید و تنبیہ سے اپنا ہمخیال بنانے کی کوشش کریں۔ شیشے کا ناہموار برتن لوہے کی ضرب سے سیدھا نہ کیجئے۔ ٹوٹ جائے گا۔ لیکن ہلکی سے زیادہ ہلکی اور نرم سے زیادہ نرم آنچ اُسے ذراسی دیر میں سیدھا کر دے گی۔

اسی طرح عورتیں اس لائف کو پڑھ کر اطاعت شوہر، قانون معاشرت، تہذیب خانہ داری، اور تربیت اولاد کے بیحد اسباق ذہن نشین کر سکتی ہیں اُنہیں بار بار جتانے اور بتانے کی ضرورت نہیں۔ کہ اس سے پہلے ہر واقعہ کے ساتھ ساتھ جو باتیں اور ہدائتیں کی گئی ہیں۔ اُن پر عمل کرنا کافی ہوگا۔ ہم اپنے معاصر سوانح نگاروں سے بادب التماس کرتے ہیں کہ وہ جب کبھی کسی معزز خاتون اسلام کی لائف لکھیں تو اس بات کا ضرور خیال رکھیں۔ کہ جو واقعات اُس میں قابلِ تقلید و عمل ہوں اُنہیں وضاحت و صراحت کے ساتھ موجودہ زمانہ کی بدرسمیوں سے موازنہ کر کے دکھائیں تاکہ ہماری عورتوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ اُن کا طرزِ عمل کیا ہے۔ اور اُن عورتوں کا طرزِ عمل کیا تھا۔ جو اب سے ہزاروں برس پہلے دُنیا میں پیدا ہوئیں جبکہ علم

گھٹائیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں۔ کسی خاتون اہلِ اسلام کے حالات لکھ کر صرف غیر قوموں کے اعتراضات کا اُٹھالینا کوئی نتیجہ خیز بات نہیں ہے۔ بلکہ انسب یہ ہے کہ اُن کے اطوار سے ہماری عورتوں کے افعال ملائے جائیں۔ اور ان میں جو کمی ہو اُس کے پورا کرنے کی طرف انہیں بزور توجہ دلائی جائے ہم تو اِسی کو حاصل سوانح نگاری سمجھتے ہیں ۔

اِس سوانح عمری کو جو "سب سے پہلی مُسلمان خاتون اعظم" کی سوانح عمری ہے۔ ہزاروں مرد اور ہزاروں عورتیں پڑھینگی لیکن مُبارک وہ مرد ہے اور مُبارک وہ عورت ہے جو سب سے پہلے اپنے کو بی خدیجہؓ اور اُن کے شوہر جناب ختم رسالت کا پیرو بنائے۔ مرد اپنی عورتوں کے ساتھ وہ ہی سلوک کریں۔ جو حضور انور حضرتِ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ کرتے تھے۔ اور عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ رکھیں۔ جیسا کہ بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور سرور کائنات علیہ السّلام والصلوٰۃ کے ساتھ رکھتی تھیں ۔

خدا بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو حسب بشارت جناب رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلّم جنت میں موتی کا محل عنایت فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم سنّت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کر کے مسلمان کامل بنجائیں آمین ۔

وَاٰخِرُ دعوانا اَنِ الحمدُ لِلّٰہِ ربّ العٰلمین والصلوٰۃ

والسّلام علےٰ خیر المرسلین رحمۃٌ للعٰلمین

وعلیٰ اھلبیتہٖ وآلہٖ واصحابہٖ

اجمعین برحمتک یا

انسان پر کیا حالت گذرتی ہے اسکی مفصل کیفیت اگر آپ ملاحظہ فرمانا چاہتے ہیں تو بواپسی ڈاک ایک جلد

برزخ

طلب فرمایئے اسمیں بحوالہ قرآن مجید و حدیث شریف نبوی صلعم وہ تمام باتیں درج ہیں جنکا جاننا ہر ایک مسلمان کیلئے باعث ازدیاد و تکمیل ایمان ہے۔ یہ کتاب سید محمد شاہ صاحب سابق اڈیٹر اخبار آبرو ولاہور۔ الحق سندھ کی عرصہ دراز کی محنت و جانکاہی کا ثمرہ ہے۔ صاحب موصوف علیگڈھ کالج کے ہونہار نوجوان ہیں۔ جنہوں نے بی۔ اے تک تعلیم پائی ہے ایک کامیاب دنیوی زندگی اور دنیاوی جاہ و جلال عیش و ثروت سے آپکی طبیعت ایسی اُچاٹ ہوئی کہ تمام تعلقات دُنیا کو خیر باد کہہ دیا اور گیروے کپڑے زیب تن کر کے حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہ کی مزار مُبارک پر معتکف ہوگئے حضرت محبوب الٰہی کے قرب نے آپکے آئینہ دل کو وہ جِلا دیا جس کی تعریف الفاظ میں ادا کرنا مشکل ہے یہ کتاب اُس نورانی جلوہ کا عکس ہے جو فلسفہ جدید کے ایک ماہر نے قرآن و حدیث کی چاشنی دیکر لکھی ہے گویا یہ ایک معجون مرکب ہے جس کی ایک خوراک ہی نئی تعلیم کا سودادی مادہ نئی روشنی والوں کی بگڑی ہوئی طبائع سے نکالکر ان کو بالکل صاف کر دیتی ہے جیسا کتاب کا مضمون ہے ویسا ہی کاغذ اور چھپائی میں خاص اہتمام کیا گیا ہے باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف بارہ آنے .... (۱۲)

وہی نقشے ہیں جنکی تیاری پر حضور پر نور سرکار آصفیہ شہریار دکن جلد اللہ ملکہ نے دو سو پچیس روپے کا شاہانہ عطیہ بطور انعام مرحمت فرمایا

حرم شریف مدینہ منوّرہ کا سطحی خاکہ

یہ نقشہ اڈیٹر صاحب صوفی اپنے گذشتہ حج میں مدینہ منورہ سے اپنے ہمراہ لائے تھے یہ ایک انجنیئر نے موقع کی پیمائش کر کے پیمانہ سے بنایا ہے۔ نہایت عمدہ متبرک و عمدہ چیز ہے۔ مسجد نبوی میں جہاں جہاں ستون ہیں نقشے میں وہاں ایک چھوٹا سا دائرہ بنا دیا ہے حضور سرور کائنات کے عہد مبارک میں مسجد کی جسقدر حد تھی اسکو سبز رنگ دیا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ اور خلفائے نے اپنے عہد میں جسقدر ایزادیاں کی ہیں سب علیحدہ علیحدہ رنگ سے دکھائی گئی ہیں ریاض جنت کا ٹکڑا جسکے ستون کا موقعہ پر تمیز کیلئے زرد رنگ ہے نقشہ میں بھی ستونوں پر بھی رنگ دیا گیا ہے۔ باب الرحمۃ۔ باب السلام۔ باب النساء۔ باب جبرئیل۔ باب المجیدی وغیرہ سب صحیح مطابق موقعہ پیمانہ سے بنائے گئے ہیں۔ روضہ شریف جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابابکر صدیق رضؓ۔ حضرت عمر خطاب رضؓ کی اصلی جگہ موقعہ پر ظاہر کر دی گئی ہے سٹور (مخزن) اور کتب کے کمروں۔ بستان فاطمۃ الزہرا رضؓ۔ قبر فاطمۃ الزہرا رضؓ اور دیگر ضروری مقامات بھی دکھائے گئے ہیں منبر محراب النبیؐ۔ محراب عثمان رضؓ جائے تکبیر سب دکھائے گئے ہیں۔ یہ نقشہ پانچ رنگوں میں تیار کیا گیا ہے قیمت ان خوبیوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں قیمت معہ رول و کپڑا ۱ روپیہ ۴ آنہ

حرم شریف مکہ معظمہ کا سطحی خاکہ

رنگین۔ نہایت خوبصورت روغنی معہ رول و کپڑا ہدیہ فی عدد صرف ۸ آنہ۔ مدینہ منورہ او مکہ معظمہ دونوں سطحی خاکوں کی خریداری پر خرچ پیکنگ معاف سائز ۲۲×۲۹ حج جانے سے پہلے ایک نقشہ ضرور ہمراہ لیجاؤ۔ ہر ایک مقام آسانی سے معلوم ہو جائیگا بعض ایسے رموز و نکات اس نقشے میں ہیں جنکی بڑے بڑے علماء اور معلمان مکہ معظمہ کو بھی خبر نہیں۔ حرم شریف کے تمام مشہور دروازے۔ منارے صحن صحن میں راستے۔ چاروں مصلے۔ چاہ زمزم۔ مقام ابراہیم۔ منبر۔ قبۃ الفراشین۔ مطاف۔ ملتزم۔ مقام جبرئیل۔ حطیم۔ مستجار۔ غرضیکہ ہر ایک حصہ کو نہایت خوبصورتی سے پیمانہ سے ٹھیک ان کی اصلی جگہ پر دکھایا گیا ہے۔ حجر اسود کا صحیح خاکہ اور اس کی اصلی حالت علیحدہ نقشے میں جو اسی خاکہ کے ساتھ ہے ظاہر کر دی ہے بڑی بابرکت اور نہایت اعلیٰ چیز ہے قیمت ایک روپیہ .... (۱ روپیہ ۲ آنہ)

ملنے کا پتہ:۔ مینیجر کارخانہ صوفی آب حیات۔ ڈاکخانہ صوفی آب حیات

سیرۃ حضرت امام حسین علیہ السلام

آپکے حالات زندگی وشہادت وواقعات کربلا کی مفصل وبسوط تاریخ ہے جسمیں آپکے مزار مقدس کے علاوہ دیگر شہیدان معرکہ کربلا کے مزارات کے فوٹو وتصاویر بھی بیس کے قریب ہیں دورنگوں سے چھپا ہوا سرورق اور ولائتی کپڑے کی جلد نے کتاب کی ظاہری صورت کو بھی نہایت ہی دلفریب بنادیا ہے۔ مولٰنا عاشق حسین صاحب سیماب وارثی اکبرآبادی کا زور قلم کربلا کا بیان اور مولٰنا کی زبان ولائتی کاغذ پر چھپی ہے۔ حجم سوا دو سو صفحہ کتاب اور مصنّف کا نام سنہری انگریزی جلد کی طرح کندہ ہے قیمت مجلد عیعہ ۔ بلا جلد عیعہ

سیرۃ حضرت بلال رضؓ

یہ اُس حبشی غلام کے حالات میں ہے جو رسول اللہ صلعم کے اثر صحبت سے اس درجہ تک پہونچا جس کے حصول میں لاکھوں بندگانِ خدا ناکام رہے ہیں زمیندار مرحوم کے اسسٹنٹ ایڈیٹر سید وجاہت حسین صاحب کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ مولانا نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ بجز وضو کئے انہوں نے اس کتاب کا ایک حرف بھی نہیں لکھا۔ شہر دمشق کا ایک مفصل سطحی خاکہ جہاں آپ کا مزار پُرانوار واقع ہے اور نیز مزار کا فوٹو کتاب کے ساتھ ہیں ولائتی کاغذ اور ولائتی کپڑے کی جلد پر کتاب اور مصنّف کا نام سنہری کندہ ہے قیمت مجلد (عہ) بلا جلد (عہ)

میلاد النبیؐ حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلّم کی میلادیں پڑھنے کے لئے بہت اچھی کتاب ہے۔ قیمت بارہ آنے (۱۲/)

سیرِ صدیقہ رضؓ

اِس کتاب میں اِس متبرک ہستی کے سوانح زندگی تحریر کئے گئے ہیں جس کو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے تمام دنیوی نعمتوں کے مقابلہ میں اپنی ذات جامع کمالات کیلئے انتخاب فرمایا تھا۔ یہ وہی اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ زوجۂ رسولؐ ہیں جنکی برأت کا قرآن کریم ذمہ وار بنا ہے انہیں کی محبت کیواسطے سردار دو عالم شفیع الامم نے اپنی پیاری دلبند خاتون جنت حضرت فاطمہ زہراؓ کو خاص طور پر ارشاد فرمایا تھا کتاب کی عبارات اُردو لٹریچر کا انتہائی لطف دکھا رہی ہے۔ عبارت کی سلاست۔ محاورات کی دلچسپی۔ لکھائی۔ چھپائی۔ کاغذ ہر ایک دلآویز ہے۔ واقعات کی تصویر اس طرح کھینچی گئی ہے۔ گویا پڑھنے والا پڑھ نہیں بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ اس کتاب کے تحریر کرتے وقت ایک خاص امر یہ ملحوظ رکھا گیا ہے۔ کہ ملک کی مہذب خواتین یا جوان لڑکیاں اگر اسے پڑھیں۔ تو انہیں ایک فقرہ بھی ایسا نہ ملے جو ان کی تہذیب کے خلاف ہو یا جذبات میں ہیجان پیدا کرنیوالا ہو۔ واقعات پیدائش سے وفات تک بمعہ متعلقات نہایت تکمیل کیساتھ لکھے گئے ہیں ہمارے ملک کی عورتیں اور مرد اگر غیر مہذب اخلاق کتابوں کا مطالعہ چھوڑ کر اس قسم کی دینی کتابیں پڑھا کریں تو دل بہلنے کے ساتھ ساتھ مذہبی برکتیں سعادتمندی نیک سلیقہ اور علم بھی حاصل ہو۔ ولایتی کپڑے کی جلد نہایت خوبصورت بندھی ہوئی۔ قیمت مجلد تین روپے (ـــے/ر) بلا جلد دو روپے دس آنے (عـہ/ر)

ضلع گجرات پنجاب

سیرۃ حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے حالات زندگی میں ایک جامع اور مفصل کتاب ایسے دردانگیز واقعات سے پُر ہے جس کے مطالعہ سے رونے روتے ہچکی بندھ جاتی ہے۔ اور بنت الرسول کے حالات ہر ایک شریف عورت کے پڑھنے کے قابل ہیں جن سے عبادت خدا محبت خلق۔ ایثار سلیقہ۔ ہمدردی بنی نوع انسان سخاوت تربیت اولاد خدمت والدین۔ اطاعت شوہر۔ کفایت شعاری وغیرہ کے ہزاروں سبق مفید ہماری مستورات سیکھ سکتی ہیں مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے تفصیلی سطحی خاکے اور آپ کا شجرہ نسب کتاب کے حسن کو دوبالا کر رہے ہیں جنت البقیع مسجد بیت الحزن آپ کے مزار مقدس پر برقی روشنی کا نظارہ مشہد امام حسین جامع سیدنا حسین جامع اموی کا اندرونی محراب اور دیگر کئی فوٹو کی تصویریں خرچ کثیر سے تیار کرا کر کتاب کے ساتھ لگا دی گئی ہیں۔ ہندوستان کے تمام چوٹی کے شاعروں کی نظمیں اس کتاب کے لئے خاص طور سے حاصل کی گئی ہیں جس سے کتاب کی خوبی دوچند ہو گئی ہے۔ ولایتی کاغذ۔ ولایتی طرز کی جلد جس پر مصنف کا نام سونے کے حروف میں کندہ ہے۔ حجم ۳۰۰ صفحہ قیمت مجلد ؏ بلا جلد عہ

ملنے کا پتہ

مینیجر کارخانہ صوفی آب حیات منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات

اجیت

آب حیات نے جس قدر نام پایا ہے اسکی مکمل تشریح کیواسطے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے عام طور پر ہر ایک انسانی بیماری کے دفعیہ کے واسطے یہ اکسیر اعظم ہے طرفہ یہ کہ اس کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہے۔ دردسر۔ ہر قسم کی کھانسی۔ زکام۔ نمونیا اور ریح۔ وجع المفاصل۔ نقرس۔ امراض معدہ پر اس کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہے اور فساد خون۔ قولنج۔ ہیضہ طاعون۔ پھوڑا پھنسی اور دانت کے درد اور ضعف بصارت کیلئے نہایت مفید دوا ہے آب حیات جس گھر میں موجود ہے اسکو اور ادویات تیار کرانے کی ضرورت نہیں ایک شیشی میں پچاس بیماریوں کے لیے دوا ہوتی ہے آب حیات کے مقابلہ میں اور ادویات کے وزنی بکس فضول ہیں۔ بسفر و دیہات میں جہاں حکیم و ڈاکٹر نہیں ملسکتا وہاں یہ نعمت عظمےٰ ہے بڑے بڑے ڈاکٹر اور حکیم اسکے استعمال سے پانچ کے پچاس بنا رہے ہیں ناواقف اسکو استعمال کر کے پورا حکیم بن سکتا ہے قیمت فی شیشی ([illegible])

منیجر کارخانہ صوفی آب حیات پنڈی بہاؤالدین

ضلع گجرات پنجاب